ماہنامہ
قلندر شعور
مارچ ۲۰۲۵ء

سکون زندگی کی سب سے بڑی نعمت ہے
اور روح کے عرفان کے بغیر سکون نہیں ملتا

ساقی ترا مخمور پئے گا سو بار
گردش میں ہے ساغر تو رہے گا سو بار
سو بار جو ٹوٹے تو مجھے کیا غم ہے
ساغر مری مٹی سے بنے گا سو بار

تشریح:

میں اس بات کا غم کیوں کروں کہ ساغر ٹوٹ گیا ہے۔ یہ پیالہ میری ہی ذات سے بنا ہے اور میرا وجود بھی ان ذرّوں سے بنا ہے۔ مجھے مرنے کا کوئی غم نہیں ہے کیوں کہ میری روشنیوں سے جو ساغر بن گیا ہے، وہ سو بار بھی ٹوٹے تو پھر بن جائے گا اور یہ سلسلہ اسی طرح جاری رہے گا۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

رب راضی سب راضی

آہ حضرت خواجہ شمس الدین عظیمیؒ

واحسرتا کہ آج دنیا اس وجودِ سرمدی سے خالی ہوگئی جس کے بارے میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

"میں اپنے بندوں کو دوست رکھتا ہوں اور میں ان کے کان، آنکھ اور زبان بن جاتا ہوں۔ پھر وہ میرے ذریعے سنتے ہیں، میرے ذریعے بولتے ہیں اور میرے ذریعے چیزیں پکڑتے ہیں۔"

• • •

بروز جمعۃ المبارک، ۲۲ شعبان المعظّم ۱۴۴۶ھ (۲۱ فروری ۲۰۲۵ء)

جلد 13 شمارہ 2 | مارچ 2025ء | رمضان ــ شوال 1446ھ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

ماہنامہ قلندر شعور کراچی

قلندر شعور

Neutral Thinking

(اردو ـــ انگریزی)

سرپرست اعلیٰ

حضور قلندر بابا اولیاء رحمۃ اللہ علیہ

چیف ایڈیٹر

خواجہ شمس الدین عظیمی

ایڈیٹر

حکیم سلام عارف

سرکولیشن منیجر

محمد ایاز

باہتمام عظیمی یونیورسٹی پریس ـــ پبلشر شاہ عالم عظیمی نے ابن حسن آفسیٹ پرنٹنگ پریس، ہاکی اسٹیڈیم، کراچی سے چھپوا کر شائع کیا۔

فی شمارہ 130 روپے.....سالانہ ہدیہ 1944 روپے رجسٹرڈ ڈاک کے ساتھ، بیرونِ پاکستان 75 امریکی ڈالر سالانہ

B-54، عظیمی محلہ، سیکٹر C-4 سرجانی ٹاؤن کراچی، پاکستان ـ فون نمبر: 6912020 (0)213 92+

۲۸ مضامین کا گُل دان

حمد باری تعالیٰ ــــــــــ بشیر حسین ناظمؔ 6

نعت رسول مقبول ﷺ ــــــــــ ادیبؔ رائے پوری 7

رباعیات ــــــــــ ابدالِ حق حضور قلندر بابا اولیاؒ 8

آج کی بات ــــــــــ مدیرِ مسئول 10

علم کا مہرِ درخشاں ــــــــــ رپورٹ 23

فقیر کی ڈاک ــــــــــ ادارہ 27

نامے میرے نام ــــــــــ خانوادہ سلسلہ عظیمیہ 29

دوری اور قربت ـــ؟ ــــــــــ (M.A. Mass Comm.) عائشہ خان 31

تین سو سال کی نیند (۲) ــــــــــ (M.A.Fine Arts) حامد ابراہیم 37

رنگوں کے جینز پر اثرات ــــــــــ (Ph.D) پروفیسر ڈاکٹر ثمینہ عامر 43

یہ تمہارا ترک ہے ــــــــــ گلِ نسرین 49

حرکت اور تخلیق ــــــــــ خورشید احمد 55

میں نے کیا سنا؟ | حاضری کا پروٹوکول ــــــــــ عرفانہ شہزاد 59

اللہ معاف کرنے والوں سے محبت کرتا ہے ______ آسیہ روبی 65

حضرت نفیسہ بنتِ حسنؒ ______ منیزہ اظہر 73

پلکوں کی اسپیس ______ محمد عثمان 79

بندر تماشا ______ عابد محمود 85

مثنوی مولانا رومؒ | دانہ ـــ کھیتی بن گیا ______ مترجم: قاضی سجاد حسین 91

اقتباسات ______ خواتین و حضرات 97

کورشِ اعظم ______ (M.Sc. Applied Physics) محمد عدنان خان 99

اُلّو ______ ڈاکٹر حسرت کاسگنجوی 107

جنوری 2025ء کے سرورق کی تشریح ______ قارئین 113

آپ کے خواب اور ان کی تعبیر ______ عظیمی خواجہ شمس الدین 117

125 Roshan Sitara ______ Hereafter

126 Sohail Akmal ______ Fermented Rice

129 Bibi Anuradha (UAE) ______ Impact

133 Nadia Iftikhar ______ Desire

136 K. S. Azeemi ______ Message of the Day

حمد باریٰ تعالیٰ

بشیر حسین ناظمؔ

جسم و جاں میں منعکس جلوہ تری تنویر کا
کیا تشکر ہوسکے بندہ سے اس تقدیر کا

تیرا بابِ مرحمت مفتوح[1] ہے شام و سحر
بخشنے والا ہے تو ہر ایک کی تقصیر کا

اور نعروں کے بھی پاسُخ[2] ہوں گے جاں پرور مگر
ہے جواب اللہ اکبر نعرۂ تکبیر کا

رات کی تنہائیوں میں اے انیسِ قلب و جاں
کیا مزہ آتا ہے تیرے نام کی تکریر[3] کا

تیری طاعت ضامنِ فوز[4] و فلاح و عافیت
تیرا ذکرِ پاک باعثِ عزت و توقیر کا

تیرے آگے سر خمیدن[5] قوتِ قلب و جگر
تاب روحِ مضمحل جلوہ تیری تذکیر[6] کا

جب تبتّل[7] سے ترے آگے کوئی سجدہ کرے
خود بخود ہوتا ہے ساماں نفس کی تسخیر کا

تیرے ہی انوار سے ہے پیکر گلِ تابناک
امر سے تیرے ہی نکھرا رنگ اس تصویر کا

غلغلہ ہے ہر طرف اس حسنِ عالم گیر کا
مصدر و مطلع ہے جو آفاق کی تنویر کا

۱۔کھلا ۲۔جواب ۳۔تکرار ۴۔کامیابی ۵۔سر جھکانا ۶۔ذکر ۷۔تنہا

نعت رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم

ادیبؔ رائے پوری

رحمت کا در کھلا ہے دربارِ مصطفیٰؐ میں
بِن مانگے مل رہا ہے دربارِ مصطفیٰؐ میں

ان پر درود ہر دم، ان پر سلام ہر دم
ہر ایک پڑھ رہا ہے دربارِ مصطفیٰؐ میں

آنسو جو بہہ رہے ہیں، سب حال کہہ رہے ہیں
لب کون کھولتا ہے دربارِ مصطفیٰؐ میں

سینہ پہ ہاتھ رکھ کر، میں دل کو ڈھونڈتا ہوں
دل مجھ کو ڈھونڈتا ہے دربارِ مصطفیٰؐ میں

عصیاں کے خوف سے جو مایوس ہوگیا تھا
دامن میں جا چھپا ہے دربارِ مصطفیٰؐ میں

جنت کے در پہ اس کا رضوان منتظر ہے
جو حق سے جا ملا ہے دربارِ مصطفیٰؐ میں

حق ان کو دے رہا ہے، وہ سب کو دے رہے ہیں
دینے کی انتہا ہے دربارِ مصطفیٰؐ میں

آداب کا تقاضا، جنبش نہ ہو بدن میں
دل وجد کررہا ہے دربارِ مصطفیٰؐ میں

خوشبو ادیبؔ تیری نعتوں میں آرہی ہے
اک بار کیا گیا ہے دربارِ مصطفیٰؐ میں

ذرّے ساغر ہیں

مٹی کی لکیروں میں ہزاروں در ہیں
گر جھانکئے، کتنے میکدے اندر ہیں
مینا ہے، شرابِ ناب ہے، ساقی ہے
ذرّوں پہ جو غور کیجئے، ساغر ہیں

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

''بے شک آسمانوں اور زمین کی پیدائش اور رات اور دن کے آنے جانے میں اولی الالباب کے لئے نشانیاں ہیں جو اٹھتے، بیٹھتے اور لیٹتے اللہ کو یاد کرتے ہیں اور آسمانوں اور زمین کی ساخت میں غور و فکر کرتے ہیں۔'' (اٰلِ عمران: ۱۹۰۔۱۹۱)

زندگی کے بارے میں روحانیت کے نظریہ کو ہم عام لفظوں میں Unconventional کہہ سکتے ہیں کیوں کہ اہلِ روحانیت کے مطابق زندگی اپنی ابتدائی شکل میں ہر چیز میں موجود ہے۔ اگرچہ ذرّوں کی زندگی کی منازل آدمی کی نظر سے مخفی ہیں لیکن جب روحانی انسان شہود کی نگاہ (باطنی نگاہ یا تیسری آنکھ) استعمال کرتا ہے تو اسے ذرّے کی اتھاہ گہرائیوں میں زندگی کی چہل پہل اور رونق اسی طرح نظر آتی ہے جیسے دنیا کے کسی مصروف بازار میں دیکھی جاتی ہے۔

ابدالِ حق حضور قلندر بابا اولیاؒ نے اس رباعی میں کچھ اس طرح کے خیالات کا اظہار کیا ہے کہ انہیں مٹی میں بنی ہوئی لکیروں میں ہزاروں دروازے نظر آتے ہیں، ان دروازوں کے اندر کئی میکدے نظر آتے ہیں جہاں دیگر وسائل بھی اسی طرح موجود ہیں جس طرح اس دنیا میں ہیں۔ روحانیت کی زبان میں مٹی کا مطلب صرف مٹی نہیں بلکہ یہ ایک ایسا مظہر ہے جس میں تخلیقی فارمولے برسرِعمل ہیں اور ردّ و بدل ہو کر مختلف خدوخال کا روپ اختیار کرتے ہیں۔ بظاہر تخلیق مٹی سے مرکب نظر آتی ہے لیکن اس کے پسِ پردہ جو روشنیاں اور فارمولے کام کر رہے ہیں، وہ احسنِ تقویم ہیں۔

مٹی کے یہ ذرّات ایک ہی ہیں لیکن ان ذرّات کی مقداروں میں ردّوبدل سے طرح طرح کی تخلیق وجود میں آرہی ہے۔ مٹی کے یہ ذرّات کہیں سرو وسمن، کہیں کوہ و دمن اور کہیں خوش الحان پرندے بن جاتے ہیں اور جب بظاہر مٹی کے یہ بے جان ذرّات زندگی کو اپناتے ہیں تو رنگ رنگ کائنات میں بکھر جاتے ہیں اور ان ہی رنگوں سے جیتی جاگتی دنیا عالمِ وجود میں آجاتی ہے۔

آج کی بات

ابدالِ حق حضور قلندر بابا اولیاؒ کے 46 ویں عرس کے موقع پر محترم عظیمی صاحب کے خطاب کا خلاصہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

السلام علیکم و رحمۃ اللہ!

آپ سب خواتین و حضرات سے درخواست ہے کہ کھڑے ہو جائیں اور میرے ساتھ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم پڑھ کر درود شریف کی تلاوت فرمائیں۔ (ہزاروں کی تعداد میں موجود حاضرینِ مجلس نے تعمیل کی اور کھڑے ہو کر تسمیہ کے بعد درود شریف پڑھا۔)

اللہ تعالیٰ نے سب سے پہلے نورِ اول اور خاتم النبیین حضرت محمد رسول اللہؐ کی روح کو اپنے نور سے منور فرمایا۔ اللہ تعالیٰ اپنے محبوب بندےؐ کی قرآن پاک میں کن الفاظ میں تعریف بیان فرماتے ہیں، سر جھکایئے — ادب سے آیت سنئے۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

”پس تحقیق اللہ اور اس کے فرشتے نبیؐ پر درود بھیجتے ہیں۔ اے لوگو! جو ایمان لائے ہو، تم بھی ان پر درود و سلام بھیجو۔“ (الاحزاب : ۵۶)

اللہ تعالیٰ فرما رہے ہیں — اے ایمان والو! جو مجھ پر یقین رکھتے ہو۔ اے وہ تمام لوگو، فرشتو، جنات، آسمانو، زمینو، پہاڑو! جو مجھ پر ایمان رکھتے ہو، میرا ایک بندہ ہے، میرا ایک محبوب ہے۔ اس پر درود بھیجو۔ کس پر؟ محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر۔ اے فرشتو! کائنات کے تمام ذرّات! میرے نبیؐ پر درود بھیجو۔ اے لوگو (اٰمنو)! یقین کی دنیا سے تمہارے ضمیر روشن ہیں! سن لو! میں نے اپنا ایک دوست تم میں بھیجا ہے اور اس کو اپنی رحمت کے خزانے کے خزانے عطا کر دیے۔ اے وہ لوگو! جن کا دل مشاہدے سے، یقین سے، ایمان سے، محبت

سے، ایثار سے، سخاوت سے، صلوٰۃ کی پابندی سے، روزے، نماز سے معمور ہے، سائل کو جھڑکنا نہیں۔ یتیم کے اوپر، مسکین کے اوپر کبھی سختی نہیں کرنا۔ ان الصلوٰۃ تنھی عن الفحشآء والمنکر (بے شک صلوٰۃ فحش اور برے کاموں سے روکتی ہے۔) صلوٰۃ قائم کرو۔ تو کیا ہوگا؟ نور پھیل جائے گا، روشنی پھیل جائے گی۔ اب آپ لوگ بیٹھ جائیے اور قانون سنئے۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

"قل ھو اللہ احد۔" اللہ فرماتے ہیں کہ اے میرے محبوبؐ! میرے پیغمبرؐ! میرے رسولؐ، میرے نبیؐ! اعلان کر دیجئے کہ میرا رب فرماتا ہے، اللہ احد ہے۔ اللہ کے علاوہ جو ہے، احد نہیں ہے، دو ہیں۔ ماں ہوگی — باپ ہوگا، میل ہوگا — فی میل ہوگی۔ اللہ واحد ہے۔ واحد عربی میں کہتے ہیں۔ دو سو زبانوں میں، ہر زبان میں الگ الگ لفظ ہیں لیکن معنی؟

(حاضرین نے بیک آواز عرض کیا: معنی ایک ہی ہیں۔)

کیا مخلوق واحد ہوتی ہے؟ چیونٹی واحد ہے؟ آسمان واحد ہے؟ ستارے واحد ہیں؟ آپ خود واحد ہیں؟ (خواتین و حضرات نے تمام سوالوں کے جواب میں عرض کیا: نہیں۔)

آپ دو کس طرح ہیں، یہ بتا سکتے ہیں؟ ہر آدمی دو ہے۔ ذہن پہ زور ڈالیں۔ جتنے لوگ یہاں بیٹھے ہیں اور جتنے لوگ ساری دنیا میں میری بات سن رہے ہیں، وہ کوئی ذات ہو، برادری ہو، واحد صرف اللہ ہے۔ مخلوق واحد نہیں ہے۔ مثلاً میرا ایک بیٹا اور بیٹی ہے۔ ان کی شادیاں ہوئیں۔ اللہ نے اولاد عطا فرمائی۔ کیا اولاد ایک باپ سے یا ایک ماں سے پیدا ہوسکتی ہے؟ کیا ایک ماں سے اولاد ہوسکتی ہے بغیر شوہر کے؟ اللہ کو سب اختیار ہے۔ حضرت عیسیٰؑ کی مثال سامنے ہے۔ اللہ احد ہے، خالق ہے، مالک الملک ہے، جس کو چاہے، عزت دے، جس کو چاہے، عزت نہ دے، جس کو چاہے، پیدا کرے، جس کو چاہے، موت دے۔

ہم بہت دعا کرتے ہیں کہ اللہ تمہاری عمر دراز کرے۔ تمہیں ساٹھ سال، ستّر سال کا بڑھاپا نظر نہیں آتا؟ تم یہ دعا دے رہے ہو یا بد دعا دے رہے ہو—؟ کون سی عمر دراز کرے—؟

کہاں سے آئے ہو یہاں ؟ جنت سے نکالے گئے ہو، نافرمان، جنت کے دروازے بند ہو گئے۔ اللہ نے فرمایا کہ نکل جاؤ یہاں سے ۔ تمہارے اوپر ذلّت ، مسکنت ، پریشانی، بیماری، مکّاری کی مار ہے۔ ہر آدمی یہ کہتا ہے کہ اللہ تیری عمر لمبی کرے یعنی اللہ تیری جیل بڑھائے، قید بڑھائے۔ جتنی عمر ہو گی، قید ہو گی۔ جنت سے نکالے ہوئے ہو۔ نکل جاؤ جنت سے ۔ اب تمہارے اوپر ذلّت، مسکنت، غربت، بیماری، پریشانی، الوژن کی چھاپ پڑ گئی۔ کیوں—؟ جنت میں لاکھوں کروڑوں درخت ہیں۔ جنہوں نے دیکھا، وہ بتاتے ہیں کہ کروڑوں درختوں میں سے ایک درخت ایسا ہے، وہ کیا ہے، گرگٹ ہے۔ گرگٹ کا کیا مطلب ہے؟

(حاضرین نے عرض کیا: رنگ بدلنا۔)

رنگ بدلنا۔ ابھی سرخ ہے، ابھی سبز ہے۔ ٹھیک ہے ؟ ایک درخت ہے، وہ رنگ بدلتا ہے۔ اللہ نے فرمایا، اس کے قریب نہیں جانا۔ اگر تم اس کے قریب گئے تو تمہیں سزا ملے گی۔ جب حضرت آدمؑ اس درخت کے قریب گئے تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا، اھبطوا—جنت سے نکل جاؤ۔ یہ بات غور سے سنئے۔ میں عمر کے بہت آخری حصے میں ہوں۔ اب میں جو کچھ کہوں، اسے یاد رکھیں، لکھ لیں، ٹیپ کر لیں پھر سنانے والا کوئی ہو نہ ہو۔ جنت کی جو فضا ہے، جنت کے جو انعامات ہیں، جنت میں جو درخت ہیں، جنت میں جو جھولے ہیں، جنت میں آرام و آسائش کے لئے کمرے ہیں، بہترین قسم کی فضا ہے۔ جنت میں کیا نہیں ہوتا؟ کھانے میں کیا ہوتا ہے ہمارے؟ **وھی دخان** ۔اے نمک! نمک نہیں ہے وہ، نمک تو ذائقے کی وجہ سے ہم نے اس کا نام رکھ لیا۔ اللہ تعالیٰ نے دخان سے فرمایا کہ تو داخل ہو جا خوشی سے یا پھر بہ جبر۔

”اللہ نے اس سے اور زمین سے فرمایا کہ دونوں آؤ خوشی سے یا ناخوشی سے۔
انہوں نے کہا، ہم خوشی سے آتے ہیں۔“ (حٰمٓ السّجدۃ: ۱۱)

دخان کا ترجمہ دھواں کر دیا جاتا ہے۔ دھواں نہیں ہے۔ اے دھوئیں، اے کاربن! تمام مخلوق کے اندر داخل ہو جا۔ میں پھر تشریح کروں کہ دخان دھواں نہیں ہے۔ دخان نے کہا کہ میں آپ کا فرماں بردار ہوں، تابع دار ہوں۔ میں حکم عدولی نہیں کروں گا اور دخان

صاحب یا کاربن صاحب مخلوق کے اندر داخل ہوگئے۔ اس کو اگر ہم نمک سے سمجھنا چاہیں جب کہ وہ نمک نہیں ہے، نمک کا ایک ڈلا لیجئے۔ تھوڑی دیر رکھئے۔ نمک کی ڈلی کا کیا ہوگا؟ گَل کے پانی بن جائے گا۔ اس کا کیا مطلب ہوا ––؟ اللہ کی صفات میں گھٹنا بڑھنا نہیں ہے۔

"پاک اور بلند مرتبہ ہے وہ ذات جس نے معین مقداروں سے تخلیق کیا اور ان مقداروں کی ہدایت بخشی۔" (الاعلیٰ : ۱۔۳)

میں کیا کہہ رہا تھا؟ (حاضرین میں سے ایک خاتون نے عرض کیا، آپ یہ فرمارہے تھے کہ اللہ کی صفات میں گھٹنا اور بڑھنا نہیں ہے۔)

گھٹنا بڑھنا کیا ہے؟ گھٹنا بڑھنا کیا ہے؟ (حاضرین: تبدیلی، ظاہر اور غیب۔)

تبدیلی کیا ہے؟ ذہن کے پٹ کھولو، سالوں سال ہوگئے آپ کو سمجھاتے ہوئے، تقریریں کرتے ہوئے، آپ محبت بھی کرتے ہیں، خدمت بھی کرتے ہیں، میری بات نہیں سنتے، اس پر عمل نہیں کرتے تو کیا فائدہ! اتنی دور سے میرے لئے آتے ہیں، سردی گرمی برداشت کرتے ہیں، کیا میری آواز سن کے گھر جا کے سو جاتے ہیں؟ اتنی کتابیں لکھی ہیں آپ کے لئے۔ کتنے سال ہوگئے، یاد ہے کسی کو؟ (حاضرین: 70,65 سال ہوگئے ہیں۔)

میری آپ سے درخواست ہے کہ جو سوال کروں، سوچ کے بتانا۔

• • ——————— • •

اے پیغمبرؐ! ہم سب کی جان آپؐ پر قربان ہو۔ ہم سب کو آپؐ کی شفاعت نصیب ہو۔ اللہ تعالیٰ نے حضور پاکؐ کو دنیا میں بھیجا، حضور پاکؐ کی توصیف و تعریف کے لئے ایک لاکھ 24 ہزار پیغمبر بھیجے۔ حضرت موسیٰؑ، حضرت عیسیٰؑ، حضرت ہارونؑ، حضرت شعیبؑ، حضرت الیاسؑ، حضرت ادریسؑ۔ ایک لاکھ 24 ہزار پیغمبروں کو بھیج کر اپنے حبیبؐ کی منادی کرائی۔ لاکھوں سال گزر گئے، لاکھوں سال۔۔۔ منادی ہوتی رہی کہ میرا پیغمبرؐ آئے گا، میرا دوستؐ آئے گا، تمام پیغمبروں کی تعلیمات کی تصدیق دے گا، سب کو ایک بات بتائے گا۔ واعتصموا۔۔۔ مضبوط پکڑلو۔ بحبل اللہ ۔۔۔ اللہ کی رسّی کو۔ کیا سمجھے آپ؟ ساری دنیا، انسان، جنات ایک

رسّی مضبوطی سے پکڑ لیں۔ ولا تفرقوا۔۔۔ تفرقہ نہ ڈالو۔ قرآن ایک ہے۔ اللہ ایک ہے۔ قرآن کریم کو پڑھانے والا ایک ہے۔ قرآن کریم کو سمجھنے والا ایک ہے۔ کون۔۔۔؟ اللہ کے محبوب حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم۔ پس تحقیق اللہ اور اس کے فرشتے نبیؐ پر درود بھیجتے ہیں۔ یعنی آسمان میں، عرش میں، فرش میں، حجابِ کبریا میں، بہت سارے حجابات ہیں، ان میں جتنی بھی مخلوق ہے، سب حضورؐ پر—؟ (حاضرین نے ایک آواز ہو کر کہا، درود بھیجتے ہیں۔)

اللہ فرماتا ہے، اے لوگو! جو مجھ پر یقین رکھتے ہو! تم بھی حضورؐ پر درود بھیجو۔

• • ——————— • •

اللہ خالق ہے۔ سلاتا بھی ہے، جگاتا بھی وہی ہے۔ لا تاخذہٗ سنۃ ولا نوم۔۔۔ اللہ کو تو اونگھ بھی نہیں آتی۔ نیند نہیں آتی۔ اللہ بھوک سے آزاد ہے۔ لم یلد ولم یولد۔۔۔ نہ وہ کسی کا باپ ہے نہ بیٹا۔ چھوٹی چھوٹی آیتیں آپ کو سنا رہا ہوں جو آپ کو یاد ہیں لیکن ترجمہ یاد نہیں۔ انگریزی کی ڈکشنری پوری یاد ہے اس لئے کہ پیسے ملیں گے۔ اماں کے پیٹ میں نو (۹) مہینے کھانا کھایا، دنیا میں آنے کے بعد اماں کا دودھ پیا، کتنے پیسے دیے—؟ اماں ابا نے سرپرستی کی، پڑھایا، لکھایا، برائیوں سے بچایا، جو کچھ آپ کو کھلایا، اس میں آپ نے کتنے پیسے خرچ کئے؟ آپ کو، آپ کے بچوں کو جوان کیا۔ آپ نے ان کی شادیاں کیں۔ اگر آپ نے شریعتِ مطہرہ پر عمل نہیں کیا تو بچے نشئی بن گئے، چور بن گئے۔ اللہ تعالیٰ سب کی اولاد کو محفوظ رکھے۔

میرے بزرگ، دوست احباب، بھائی، اولاد سب یہاں موجود ہیں۔ یہ بتائیں کہ اللہ نے ہمیں بچے عطا فرمائے ہیں، ہمارا اس میں کیا عمل دخل ہے؟ وہ بیمار کب ہوتے ہیں؟ آپ شہر کو گندا کر دیں، ساری دنیا بیمار ہو جائے گی۔ آپ گھر میں صفائی رکھیں، صفائی نصف ایمان ہے، آپ بھی صحت مند رہیں گے، بچے بھی صحت مند رہیں گے۔ عمر گھٹتی بڑھتی ہے، اس کا بھی ایک قانون ہے۔ تمام تعریف اللہ کی ہے جو رب ہے۔ رب کے معنی ہیں— جو ہمیں کھانا دیتا ہے، پیدا کرتا ہے، جو ہمیں ہر روز غائب کر دیتا ہے۔ ایک دن غائب نہ ہو، ہم دو دن کے ہو سکتے ہیں؟ اور دو دن نہ چھپیں تو؟ یہ کہاں گئے؟ (حاضرین: اللہ کے پاس۔)

جو دن آیا، وہ کہاں سے آیا؟ (حاضرین: اللہ کے پاس سے۔)

اب ہم تین دن کے ہو گئے۔ دو دن کہاں گئے؟ (حاضرین: اللہ کے پاس۔)

آپ سو گئے۔ سوتے سوتے آپ اپنے اندر سے نکلے، خواب کی دنیا میں چلے گئے۔ خواب کی دنیا میں آپ اٹھتے ہیں، ڈرتے ہیں، کھانا کھاتے ہیں، شادیوں میں شریک ہوتے ہیں، آپ کی شادی ہوتی ہے اور کیا غسل واجب نہیں ہوتا؟ آپ خواب میں یہ دیکھ رہے ہیں کہ چیونٹی نے کاٹ لیا، چیخ مار کر نہیں اٹھتے؟ پھر بیداری اور خواب میں کیا فرق ہے؟ کیا مرحوم رشتہ دار آپ سے ایصالِ ثواب کا تقاضا نہیں کرتے؟ بتاؤ پھر مرنا جینا کیا ہے؟

حضور پاکؐ جب مکہ سے مدینہ تشریف لے جا رہے تھے تو وہاں انہوں نے فاتحہ پڑھی، بدر ہے ناں؟ اور فرمایا، السلام علیکم یا اھل القبور۔ اس کا کیا مطلب ہوا؟ صحابہ کرام نے رسول اللہ خاتم النبیینؐ سے پوچھا، یہ تو مر گئے ہیں، کیا یہ بولتے ہیں؟ حضور پاکؐ نے فرمایا، یہ تم سے زیادہ سنتے ہیں، جواب بھی دیتے ہیں، تم نہیں سنتے۔

• • ——————— • •

ہم کب مرتے ہیں؟ جب پیدا ہوتے ہیں۔ ونفخت فیہ من روحی (اور ہم نے اس میں اپنی روح پھونکی۔) روح کا تقاضا یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرو، نماز پڑھو، رکوع کرنے والوں کے ساتھ رکوع کرو، سجدہ کرنے والوں کے ساتھ سجدہ کرو، اوقات کی پابندی کرو، پانچ نمازیں پڑھو، زکوٰۃ دو، صدقہ دو، قربانی کرو، اللہ تعالیٰ توفیق دے، پیسے ہوں، حج کو جاؤ۔

اللہ کی تعریف کیا ہے؟ اللہ واحد ہے، یکتا ہے۔ اللہ کھاتا نہیں ہے، پانی نہیں پیتا، سوتا نہیں ہے، اونگھ نہیں آتی۔ اللہ کا خاندان نہیں ہے۔ اللہ بے نیاز ہے، کسی چیز کا محتاج نہیں لیکن سب کو کھلاتا ہے۔ اللہ اتنا بڑا ہے، اتنی بڑی کائنات پھیلا دی، سات زمینیں، سات آسمان ہیں، عرش ہے، فرش ہے، حجابِ عظمت ہے، حجابِ محمود ہے، سدرۃ المنتہیٰ ہے، نسمہ مطلق ہے، نسمہ مفرد ہے، نسمہ مرکب ہے، نور مطلق ہے، نور مفرد ہے، نور مرکب ہے، تجلّی ہے، تدلّٰی ہے۔ اللہ نے معراج میں اپنے بندے کو اپنے پاس بلا لیا۔ معراج کی آیت یاد ہے کسی کو؟

”پاک ہے وہ جو لے گیا ایک رات اپنے بندے کو مسجد الحرام سے دور کی اُس مسجد تک جس کے ماحول کو اس نے برکت دی ہے تاکہ اسے اپنی نشانیوں کا مشاہدہ کرائے۔ بے شک وہ سننے والا، دیکھنے والا ہے۔“ (بنی آسرآءیل : ۱)

سورۃ النّجم کی آیات پڑھو۔ وھو بالافق الاعلیٰ۔ اب یہاں سے شروع ہوتی ہے معراج۔ ثم دنا فتدلیّٰ۔ اللہ نے اپنے بندے سے ملاقات کی۔ فکان قاب قوسین او ادنیٰ۔۔۔ دو کمانوں کا فاصلہ رہا یا اس سے اقرب یعنی فاصلے کی نفی ہوگئی۔ فاوحیٰ الیٰ عبدہٖ ما اوحیٰ۔۔۔ میں نے اپنے بندے سے باتیں کیں۔ ما کذب الفؤاد ما راٰی۔ کس نے کس کو کس سے دیکھا — ؟ اللہ کو اللہ کے محبوبؐ نے دیکھا — اللہ نے اپنے محبوبؐ کو دیکھا۔ دل نے جو دیکھا، جھوٹ نہیں دیکھا۔ کس نے کس کو دیکھا؟ دل نے دل کو دیکھا۔ اللہ دل میں رہتا ہے۔

اب دیکھنے کی طرزیں ہیں۔ آنکھ ظاہر بھی دیکھتی ہے، آنکھ خواب بھی دیکھتی ہے، آنکھ چاند، سورج، ستارے، زمین اور پانی بھی دیکھتی ہے۔ اللہ نہ کرے، آنکھ نہ ہو تو اندھا کہاں دیکھتا ہے — ؟ پانی دیکھتے ہو؟ سب آنکھیں بند کرلو۔ بتاؤ، کس کس نے پانی دیکھا؟ کہاں دیکھا؟ جس نے دماغ کی اسکرین پر اپنے آپ کو پانی پیتے دیکھا، وہ سب ہاتھ اٹھادیں؟

(تمام حاضرین نے ہاتھ بلند کئے۔)

تصدیق کیا ہوئی؟ (ایک صاحب نے عرض کیا، تصدیق یہ ہوئی کہ ذہن کی اسکرین پر نقوش بنتے ہیں، اس کو ہم دیکھتے ہیں۔)

کوئی اور صاحب آئیں، کوئی خاتون آئیں۔ سوال سنو، پیاس لگی، ہم نے برداشت کیا، اتنی پیاس لگی کہ ہونٹ خشک ہوگئے۔ اس کے بعد گلا خشک ہوگیا۔ کیوں خشک ہوا؟

(خاتون: گلا اس لئے خشک ہوا کہ اندر میں پیاس کا تقاضا محسوس ہوا۔)

یعنی اندر کی انفارمیشن یہ ہے کہ آپ کے جسم میں پانی کی کمی ہوگئی۔ اب آپ کے اوپر لازم ہے کہ ان مقداروں کو پورا کریں اور یہ مقداریں کیا ہیں؟ اب آپ کے جسم میں آکسیجن اور ہائیڈروجن کم ہوگیا، اس کمی کو پورا کرنے کے لئے ہائیڈروجن اور آکسیجن کو آپ نے جسم

کی رگ رگ میں پہنچاتا ہے۔ آکسیجن ہائیڈروجن کا مرکب پانی ہے۔ ایک گلاس پانی پی لیا۔ خشک ہونٹ ٹھیک ہوگئے، گلے کی خراش اور گھبراہٹ دور ہوگئی۔ یہ کیا ہوا؟ کہاں سے شروع ہوا؟ کہاں سے اس کی تکمیل ہوئی؟ ختم تو ہوا نہیں پھر کیا ہوا؟ ایک تقاضے کی تکمیل ہوئی۔ تکمیل کا کیا مطلب ہے؟ قرآن کہتا ہے کہ پاک اور بلند مرتبہ ہے اس ذات کا جس نے ہر شے، مخلوق، ذرّے، پتے، درخت، پانی، پتھر کی تخلیق کی اور معین مقداریں قائم کر دیں۔ پانی، آکسیجن، ہائیڈروجن، بارش، گیہوں معین مقدار ہے۔ سیب کی الگ مقدار ہے، مچھر الگ مقدار ہے۔ مچھر ڈنک مارتا ہے۔ سوئی ڈالتا ہے، خون پیتا ہے لیکن وہ آپ کا دوست بھی ہے، سوراخ پر تھوکے گا اور پروں سے پھیلائے گا۔ پھیلانے سے سوراخ بند ہوگا ورنہ خون بہہ جائے گا۔

بلند مرتبہ ہے اللہ کا نام جس نے مخلوق کو پیدا کیا معین مقداروں کے ساتھ۔ معین مقداروں سے ہر مخلوق کی شکل تبدیل ہوگئی۔ آنکھ منہ سب کا ہے، ماں باپ سب بنتے ہیں۔ کیا چڑیا، ہاتھی اماں ابا، میل فی میل نہیں ہوتے؟ میں گھر میں تھا۔ چڑیا کا بچہ گر گیا، اتنی روئی۔ بچے کو گھونسلے میں رکھوا دیا، وہ خوش ہوگئی۔ چڑیا ماں اور آدمی ماں میں فرق ہے؟ کون سی مخلوق ہے جس کی تخلیق میں بیضہ نہ ہو، ماں باپ کا عمل دخل نہ ہو؟ کبوتر سوتے نہیں؟ دانہ نہیں چگتے؟ کبوتروں کی شادی نہیں ہوتی؟ بچے نہیں ہوتے؟ پینگوئن دو ٹانگوں سے چلتے ہیں، مجھے تو وہ چلتے ہوئے سب سے خوب صورت لگتے ہیں۔ آپ سب کو بھی اچھے لگتے ہوں گے۔

چڑیا کے اندر بھیجا ہے۔ اگر چڑیا کا بھیجا نہیں ہے تو اتنا سا دانہ لے کر گھونسلے میں کیسے پہنچ جاتی ہے؟ چڑا میلوں میل دور جاتا ہے، شام کو کہاں پہنچتا ہے؟ اپنے گھر۔ آدمی دفتر جاتا ہے، شام کو کہاں پہنچتا ہے؟ کبوتر اڑتا ہے، اس کے پر غور سے دیکھیں۔ بچوں کے پاس جانے کی جلدی ہوتی ہے۔ تیزی سے جاتا ہے جہاز کی طرح۔

اماں کا دودھ پلانا آرام دہ ہے یا چڑیا کا کھانا کھلانا آرام دہ ہے؟ چڑیا اماں کھانا کھانے جاتی ہے، اپنا پیٹ بھرتی ہے۔ بچوں کے لئے پوٹے میں باجرا بھر کے لاتی ہے۔ بتائیں، کھلاتی کیسے ہے؟ قے کرتی ہے بچے کے اندر۔ تکلیف کس کو زیادہ ہوئی؟ چڑیا بھی ماں ہے۔ آپ سب میری

بیٹیاں، بہنیں، دادیاں، نانیاں سب ماں ہیں، اولاد کی پرورش میں آرام کس کو مل رہا ہے؟

شیرنی دودھ پلاتی ہے۔ چالیس، پینتالیس یا پچاس دن کھانا نہیں کھاتی۔ کیوں؟ شیر بچوں کو کھا جاتا ہے۔ وہ اپنے بچوں کی حفاظت کرتی ہے۔ کون سی ماں اپنے بچے کی ایسے حفاظت کرتی ہے؟ ہر پرندہ خود گھونسلا بناتا ہے اور اپنے بچوں کے لئے گھر چھوڑ کے جاتا ہے۔ دنیا میں ایسی کوئی مثال آپ پیش کرسکتے ہیں؟ پردادا نے گھر بنایا، کتنی نسلیں چل پڑیں؟ گھر ایک ہی ہے۔ درجہ کس کا بڑا ہوا — پرندے کا یا آدمی کا؟

اللہ تعالیٰ نے جو رزق عطا فرمایا ہے، تمہارے اکیلے کی ملکیت نہیں ہے۔ اللہ نے فرمایا ہے کہ میں ستّر ماؤں سے زیادہ محبت کرتا ہوں۔ پڑھو۔ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ اللہ کے نام سے شروع کرتا ہوں، یقین کے ساتھ کہ اللہ ستّر ماؤں سے زیادہ محبت کرتا ہے۔ وہ رحمٰن ہے، رحم کرتا ہے، وہ رحیم ہے، اس کی صفات ہی رحمت ہیں۔

• • ———————— • •

ایک اعلان سن لیں۔ آپ کو پتہ ہے سلسلۂ عظیمیہ علمی اور روحانی سلسلہ ہے۔ مجھ فقیر نے جس کا لقب مرشد نے چمار رکھا ہے، میرے مرشد جب تشریف لے گئے، دو نصیحتیں کیں۔

”خواجہ صاحب! آپ سید، انصاری، قریشی، پٹھان کچھ بھی نہیں، آپ کی ذات چمار ہے۔“

میں اعلان کرتا ہوں کہ میری ذات چمار ہے، چمار کے اوپر آسمان سے بیگار اترتی ہے۔ میں اپنے مرشد کے حکم پر جان سے، دل سے، پیسے سے آپ کی خدمت کروں گا۔

اللہ تعالیٰ آپ سب کو کیئر آف اللہ سوچنے کا ذہن عطا فرمائے۔

ہم نے (اسلامیات کی) ایک سے آٹھویں جماعت تک کتابیں لکھی ہیں۔ سب پڑھائی جاتی ہیں۔ خیبر پختونخوا کی الگ ہے، پنجاب کی الگ ہے، وفاقی بورڈ کی الگ ہے۔ اب مرکز (فیڈرل بورڈ) نے پھر درخواست لکھی ہے کہ نویں اور دسویں کتاب لکھ کر دیں، اس پہ کام ہو رہا ہے۔ کراچی یونیورسٹی میں مطالعاتی کتابیں پڑھائی جاتی ہیں، بہاءالدین زکریا یونیورسٹی میں دو کتابیں

"احسان وتصوف" اور "بارانِ رحمتؐ" پڑھائی جاتی ہیں۔ "احسان وتصوف" کو انسائیکلوپیڈیا کہتے ہیں۔

میرا ایک ارادہ ہے۔ ایک کتاب میں نے لکھی ہے "روحانی علاج"۔ ذہن میں یہ بات آئی کہ یہ کتاب تو مکمل علاج ہے۔ یہ خاتم النبیین حضور پاکؐ سے منظور شدہ ہے۔ میں نے ایک پروگرام بنایا ہے کہ بیماریاں بہت زیادہ ہیں، پریشانیاں بڑھ گئی ہیں، ہم اس کتاب کو مفت تقسیم کریں گے۔ سب سے اپیل کرتا ہوں کہ یہ کتاب شہر شہر، گھر گھر تقسیم کرنی ہے۔ اللہ کے حکم سے، اللہ کی مہربانی سے، حضور پاکؐ کی دعا سے، مرشد کریم کی اجازت سے، ذہن میں ایک بات آئی، میرے پاس عوام کی خدمت کے لئے تین کتابیں ہیں۔ "روحانی علاج" میں کئی سو بیماریوں کا علاج ہے، اس میں اجازت کا عمل بھی ہے۔ دوسری کتاب آپ نے دیکھی ہے، "رنگ و روشنی سے علاج" اور تیسری کتاب "روحانی نماز" ہے۔ یہ تینوں کتابیں ہمیں پورے پاکستان میں گھر گھر پہنچانی ہیں۔ جو لوگ میری خدمت کرنا چاہتے ہیں، سلسلۂ عظیمیہ کے مرشد ابدالِ حق حضور قلندر بابا اولیاءؒ کے مشن کو پھیلانا چاہتے ہیں، جو لوگ خاتم النبیین حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیمات کو سچے دل سے عام کرنا چاہتے ہیں، وہ کتابیں یہاں سے لیں۔ جن کے پاس جو ہدیہ ہے، وہ دیں۔ ہدیہ نہ ہو، مفت لیں۔ خواتین اس میں زیادہ ایکٹو ہیں، گھر گھر جا کے تقسیم کر دیں۔

آپ سلسلہ کے کیا ہیں؟ ہم سب سلسلہ کے خادم ہیں۔ ہم سب رسول اللہؐ کے تبلیغی مشن کو پاکستان اور دنیا میں پھیلانا چاہتے ہیں۔ دنیا میں ابھی تک کوئی بڑا شہر نہیں ہے جہاں مراقبہ ہال موجود نہ ہو۔ روس، چین، لندن، امریکا، مڈل ایسٹ، اسکینڈے نیویا، پاکستان، پوری دنیا میں ہمارے 27 مراقبہ ہال ہیں۔ الحمدللہ، ہم نے ہسپتال بنائے ہیں، فری ڈسپنسری بنائی ہے، اسکول بنایا ہے، کالج بنایا ہے، یونیورسٹی بنانے کی کوشش میں ہیں۔ یہ سب میں کس لئے کر رہا ہوں؟ آپ میری روحانی اولاد ہیں۔ آپ کو اپنے بچے سمجھتا ہوں یقین کے ساتھ۔ آپ کے لئے دعا کرتا ہوں۔ میرے مرشد نے خاتم النبیین حضور پاکؐ کے حکم سے 16 سال شب و روز میرے ساتھ رہ کر جو علم سکھایا ہے، میری خواہش ہے، آپ سے دعا کی درخواست ہے۔

میں نے مرنے سے پہلے اپنے مرشد کا نام ساری دنیا میں روشن کر دیا ہے۔ ہاتھ جوڑ کر اس بات کا اعلان کرتا ہوں کہ جس آدمی نے میری معرفت قلندر بابا اولیاؒ کا دامن پکڑ لیا، میں کبھی اس کو ڈوبنے نہیں دوں گا۔ میرا مشن کیا ہے—؟ خاتم النبیین حضور پاکؐ کا چھوڑا ہوا علم جو حضور پاکؐ نے قلندر باباؒ کو سکھایا، حضور قلندر باباؒ نے مجھے سکھایا۔ میں چاہتا ہوں کہ میرے بچے اس جائیداد کو ضائع نہ کریں۔ اس جائیداد کو ضائع نہ کریں۔ اس جائیداد کو ضائع نہ کریں۔

داتا صاحبؒ، بڑے پیر صاحبؒ، بہاءالدین زکریا ملتانی صاحبؒ، یہ سب کون ہیں؟ یہ قدرت کے ہاتھ ہیں۔ اللہ میاں فرماتے ہیں کہ میرا بندہ، اگر میرے نام سے قسم اٹھالے، میں نے لازم کر دیا ہے اس بندے کا کام ہو گیا۔ بزرگوں کی آپ نے کرامات پڑھیں۔ وہ کرامت ایک آدمی کیوں نہیں کر سکتا؟ میں نے کتاب لکھی ہے، قلندر بابا اولیاؒ کی کرامات بھی لکھی ہیں۔ وہ آپ نے پڑھی ہیں۔ ہمارا کام یہ ہے کہ ان کے مشن کو آگے بڑھائیں۔ اگر کوئی پڑھے نہ پڑھے، لے نہ لے، سارے پاکستان میں پھیلا دو۔ ہم کوشش کریں گے اس کی انگریزی کر کے، مغرب کے گھر گھر اس کو پہنچانے کا میرا ارادہ ہے۔ میری درخواست ہے، جماعتیں بنائیں، گاؤں گاؤں، گھر گھر سلسلہ کا پیغام دیں اور یہ ہدیہ کر دیں۔ آپ کے مرشد کی درخواست ہے، لٹریچر کو پھیلا دو، بارش کی طرح پھیلا دو۔

دوسرا ہمارا پروگرام یہ ہے کہ عربی میں کتاب چھاپیں گے۔ عربی میں میری ایک کتاب یونیورسٹی نے چھاپی ہے اور پڑھائی جاتی ہے۔ جس نے کتابیں تقسیم کرنی ہیں، اپنا پتہ لکھوا دیں لیکن ایک شرط ہے کہ کتاب منگوا کر گھر میں نہیں رکھنا۔ ”روحانی علاج“، ”روحانی نماز“ اور ”رنگ و روشنی سے علاج“ ان کتابوں میں اللہ کی طرف سے عوام الناس کے لئے شفا ہے۔

دعا ہے میرے جتنے بچے ہیں، چھوٹے ہیں، بڑے ہیں، بیٹے ہیں، بیٹیاں ہیں، اللہ ایسا کرے کہ جب میں اس دنیا سے چلا جاؤں، یہ سب میرے پاس رہیں۔ میری خواہش ہے، دعا ہے کہ میرے بچے سب میرے پاس رہیں۔ آپ کہئے، آمین۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ۔

میری طرف سے کوئی کوتاہی ہوئی ہو آپ کے آرام میں، رہائش میں تو اللہ تعالیٰ معاف کرنے والا ہے لیکن ہم نے یہ کوشش کی۔ میری ساری اولاد سردی میں یہاں آتی ہے۔ اللہ کی باتیں سن کے، اس پر عمل کرنے کا مصمم ارادہ کریں، سلسلہ کے اسباق کی پابندی کریں۔

دیکھیں، اسکول میں ہم داخل کرتے ہیں اپنے بچوں کو، ہم خود بھی داخل ہوتے ہیں۔ اگر وہاں اسکول میں جاکے آجائیں اور نہ پڑھیں — کب پاس ہوں گے — ؟ ہوں گے — ؟

یہاں کسی کو 20 سال ہوگئے، کسی کو 10 سال ہوگئے۔ لوگ مجھ سے آکر ملتے ہیں۔ میں نے کہا، بھئی سبق پڑھتے ہو؟ (اب پڑھیں گے)۔ بھئی، یاحی یاقیوم چلتے پھرتے، اٹھتے بیٹھتے، وضو بے وضو پڑھتے ہو؟ (اب پڑھیں گے)۔

میں آپ سے یہ کہنا چاہتا ہوں، یہاں جو بھی درخت، پودا، جانور، یہ چھوٹے چھوٹے کیڑے مکوڑے سب پیدا ہوتے ہیں، سب مرتے ہیں۔ ایک لاکھ 24 ہزار پیغمبر تشریف لائے، پوری پوری کوششیں کیں، تکلیفیں بھی اٹھائیں، مشن میں کامیاب ہوئے، سب تشریف لے گئے۔ آخری پیغمبر، خاتم النبیین حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے۔

اللہ نے اعلان کردیا— یہ آخری نبیؐ ہے۔ ٹھیک ہے۔

اب دیکھیں میری بات غور سے سنیں۔ قرآن کیا کہتا ہے،

واعتصموا --- پکڑلو، **واعتصموا** --- پکڑلو۔

پھر سنو! **واعتصموا** --- پکڑلو۔ **بحبل اللہ** --- اللہ کی رسّی کو۔ **جمیعا** --- متحد ہوکر، تفرقوں سے آزاد ہوکر۔ ٹھیک ہے۔

واعتصموا بحبل اللہ۔ **واعتصموا** معنی مضبوط، مضبوط پکڑلو۔

بحبل اللہ --- حبل کہتے ہیں رسّی کو۔ **بحبل اللہ** --- اللہ کی رسّی کو۔

ولا تفرقوا --- تفرقے نہ ڈالو آپس میں۔ ٹھیک ہے!

آپ اچھی طرح سمجھ رہے ہوں گے، میں بغیر نام لے کے آپ کو کیا بتانا چاہ رہا ہوں۔

بحبل اللہ ---۔ اللہ کی رسّی کو مضبوطی کے ساتھ پکڑ لو۔

ولا تفرقوا ---۔ اللہ کے دین میں فرقے نہ بناؤ۔

واعتصموا بحبل اللہ جمیعا ---۔ اللہ کی رسّی کو مضبوطی کے ساتھ پکڑ لو آپس میں؟ آپس میں؟ (حاضرین: تفرقہ نہ ڈالو۔)

آپ سب سمجھ گئے میں کیا کہہ رہا ہوں؟ (حاضرین: جی۔)

اللہ کی رسّی کو متحد ہو کر مضبوطی کے ساتھ پکڑ لو۔

ولا تفرقوا ---۔ بٹو نہیں آپس میں۔ سب مسلمان ہیں۔ ولا تفرقوا ---۔ اس کا کیا مطلب ہوا؟ آپ لوگ سب سمجھ گئے ---؟ جو سمجھ گئے، ہاتھ اٹھا دیں۔

بات پردے میں جو کہی جاتی ہے ناں،

اس کا مفہوم اندر یہاں ذہن کی اسکرین پہ لکھا جاتا ہے۔

واعتصموا ---۔ پکڑ لو۔ بحبل اللہ ---۔ اللہ کی رسّی کو مضبوط۔ آپس میں تفرقہ نہ ڈالو۔

پھر کہتا ہوں، تفرقوں میں نہیں پڑو۔ اللہ ایک ہے۔ واحد۔

خاتم النبیین حضرت محمدؐ ایک ہیں۔ قرآن و حدیث ایک ہے۔

پھر سب الگ الگ کیوں ہیں ---؟ کیوں ---؟

السلام علیکم و رحمۃ اللہ۔

رپورٹ

علم کا مہرِ درخشاں

سلسلۂ عظیمیہ کے امام — ابدالِ حق حضور قلندر بابا اولیاؒ کے 46ویں عرس کی تین روزہ تقریبات میں پاکستان اور بیرونِ ملک سے زائرین کی بڑی تعداد نے شرکت کی۔ ابدالِ حق کے عرس کی ایک خصوصیت بین الاقوامی روحانی ورکشاپ ہے جو ہر سال 26 جنوری کو مرکزی مراقبہ ہال، کراچی میں منعقد کی جاتی ہے۔ سال 2025ء میں روحانی ورکشاپ کا موضوع ''روح اور جسم'' تھا۔

29ویں بین الاقوامی روحانی ورکشاپ کے مہمانِ خصوصی پروفیسر ڈاکٹر محمد رضا شاہ تھے جو کراچی یونیورسٹی کے بین الاقوامی مرکز برائے کیمیائی و حیاتیاتی علوم (ICCBS) کے سربراہ اور یونیسکو چیئر برائے ادویاتی اور بایو آرگینک نیچرل پروڈکٹ کیمسٹری کے چیئر ہولڈر ہیں۔

پروفیسر ڈاکٹر محمد رضا شاہ نے روحانی ورکشاپ کے انعقاد کو سراہتے ہوئے کہا، دنیا بھر سے آئے ہوئے لوگوں کو یہاں پر روحانیت، تصوف اور سائنس کے حوالے سے تبادلۂ خیال اور غور و فکر کرتے ہوئے دیکھ کر خوشی ہوئی۔ انہوں نے شرکا سے کہا کہ روحانی ورکشاپ میں حاضرین سے مخاطب ہونے سے پہلے خانوادہ سلسلۂ عظیمیہ خواجہ شمس الدین عظیمی صاحب سے ملاقات کا شرف حاصل ہوا۔ وہ اس زمین اور خطے کی بہت بڑی روحانی شخصیت ہیں۔ ملاقات میں تفصیل سے بتایا کہ انسان کا اس دنیا میں آنے کا مقصد کیا ہے، وہ کہاں سے آیا ہے اور اللہ کی خوش نودی اور قربت حاصل کرنے کا طریقہ کیا ہے۔ پروفیسر ڈاکٹر محمد رضا شاہ نے کہا کہ ہر انسان کے ساتھ ایک الیکٹرو میگنیٹک فیلڈ ہوتی ہے جو لوگوں کو اپنی جانب کھینچتی ہے۔ کوئی آپ کو اچھا لگتا ہے، یہ الیکٹرو میگنیٹک فیلڈ کی وجہ سے ہے، اسی طرح کسی کے ساتھ وقت گزارنے کا دل نہیں چاہتا، یہ بھی ایک الیکٹرو میگنیٹک فیلڈ ہے۔ انہوں نے کہا کہ محترم عظیمی صاحب سے گفتگو کے دوران دل چاہا کہ یہ ملاقات ختم نہ ہو۔

ورکشاپ کے آرگنائزر جناب ڈاکٹر وقار یوسف عظیمی نے مہمانِ خصوصی کا شکریہ ادا کیا۔

روحانی ورکشاپ میں تعلیم و تدریس، طب، تجارت و کاروبار، انفارمیشن ٹیکنالوجی، قانون، زراعت، انجینئرنگ اور مختلف شعبہ ہائے جات سے وابستہ 1,196 خواتین و حضرات نے شرکت کی۔ ان میں 35 پی ایچ ڈی، 313 ماسٹرز اور 349 گریجویٹس تھے۔ شرکا کا تعلق پاکستان، سعودی عرب، برطانیہ، امریکا، متحدہ عرب امارات، بحرین، قطر، کینیڈا، آسٹریلیا، روس، نائجیریا اور دیگر ممالک سے تھا۔ روحانی ورکشاپ کے شرکا میں خواتین کی نمائندگی 54 فی صد جب کہ حضرات کی 46 فی صد تھی۔

بین الاقوامی روحانی ورکشاپ میں آن لائن مذاکرے کا بھی اہتمام تھا جس میں امریکا، برطانیہ، کینیڈا، تھائی لینڈ اور پاکستان کے مختلف علاقوں سے 64 خواتین و حضرات شریک ہوئے۔

بین الاقوامی روحانی ورکشاپ میں "روح اور جسم" کے موضوع کی تفہیم پر کتابچے (booklet) کا اردو زبان سے ناواقف شرکا کے لئے انگریزی، روسی اور عربی زبان میں ترجمہ کیا گیا۔

روحانی ورکشاپ میں 15 سال سے کم عمر بچے اور نونہال بھی شریک تھے۔ ان کی کُل تعداد 200 تھی۔ ان میں 82 نونہال اور 10 سے 16 سال کے 118 بچے شریک تھے۔ بچوں کے لئے عمر کی مناسبت سے روحانی ورکشاپ کے عنوان کے مطابق علمی مواد اور سرگرمیاں ترتیب دی گئی تھیں۔

پاکستان کے ممتاز اداروں کے اراکین پر مشتمل آبزرونگ کمیٹی نے مذاکرے کے جائزے کی روشنی میں پہلی، دوسری اور تیسری پوزیشن کا اعلان کیا۔

27 جنوری کی صبح پاکستان اور بیرونِ ملک سے زائرین نے ابدالِ حق حضور قلندر بابا اولیاؒ کے مزار پر حاضری دی، فاتحہ خوانی کی اور چادریں چڑھائیں۔

عرس 2025ء کی مرکزی تقریب 27 جنوری کو منعقد ہوئی جس میں خانوادہ سلسلۂ عظیمیہ حضرت خواجہ شمس الدین عظیمی صاحب نے ہزاروں حاضرین سے خطاب فرمایا۔ ان کا خطاب لائیو اسٹریمنگ کے ذریعے کئی ممالک میں دیکھا اور سنا گیا۔

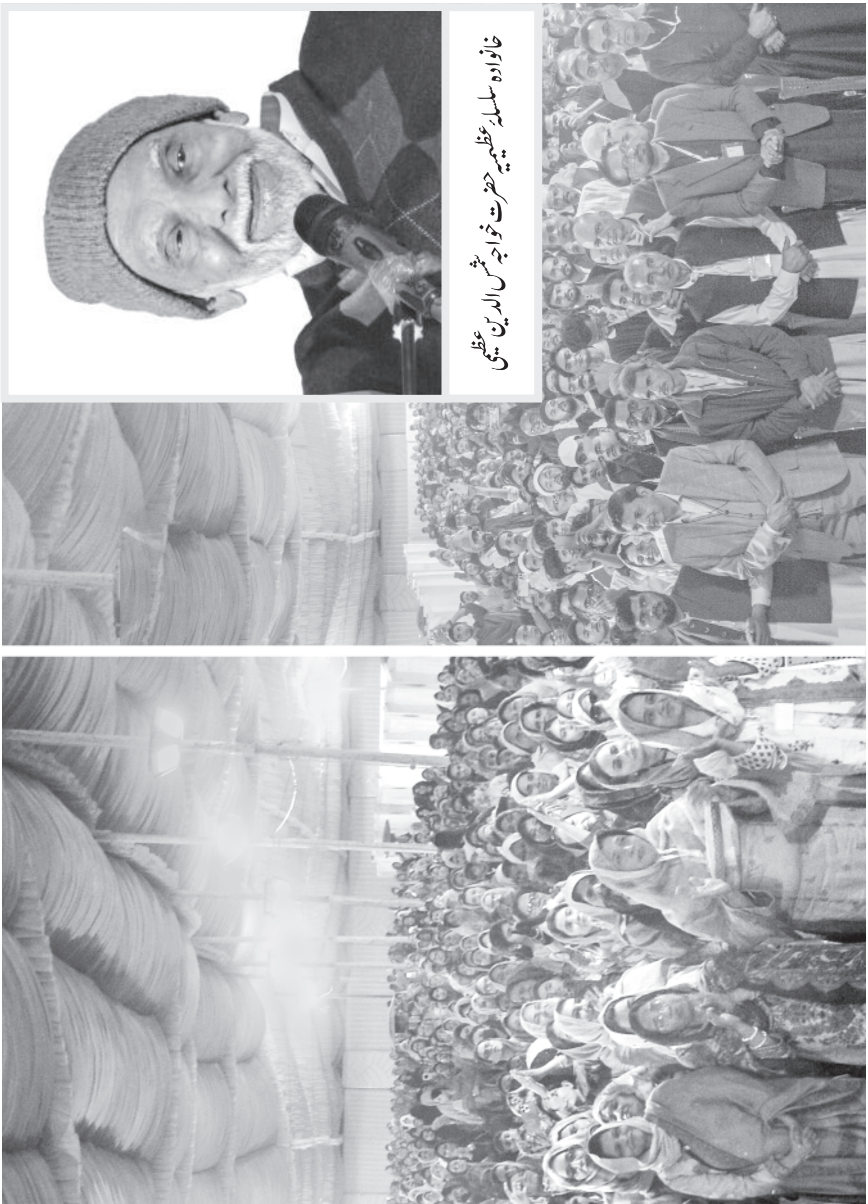

خانوادہ سلسلہ عظیمیہ حضرت خواجہ شمس الدین عظیمی

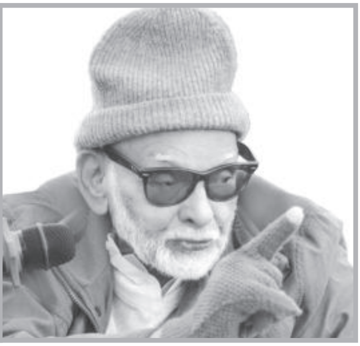

حضرت خواجہ شمس الدین عظیمی
خانوادہ سلسلۂ عظیمیہ

پروفیسر ڈاکٹر محمد رضا شاہ
مہمانِ خصوصی

ڈاکٹر وقار یوسف عظیمی
آرگنائزر روحانی ورکشاپ

بچوں کا ایک گروپ

آن لائن گروپ

29ویں بین الاقوامی روحانی ورکشاپ کا ایک منظر

فقیر کی ڈاک

تفکر ــــ ذہن کی دنیا میں داخل ہونے کا راستہ ہے۔ تفکر سے خیال کی گہرائیاں روشن ہوتی ہیں۔ گہرائی میں تخلیقی رموز کے خزینے ہیں جن تک رسائی ــــ عرفانِ نفس اور معرفتِ الٰہی ہے۔ ”فقیر کی ڈاک“ اذہان کی آبیاری ہے جس میں مرشد کریم خواجہ شمس الدین عظیمی صاحب شعور کے تانے بانے کو لاشعور سے جوڑ دیتے ہیں۔

محترم عظیمی صاحب ــــ السلام علیکم ورحمۃ اللہ،

اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں جگہ جگہ فرمایا ہے کہ قائم کرو صلوٰۃ اور ادا کرو زکوٰۃ۔ قرآن کریم کی کوئی بات حکمت سے خالی نہیں ہے۔ ان دو ارکان کا ایک ساتھ تذکرہ بھی حکمت سے خالی نہیں ہے۔ درخواست ہے کہ علمِ روحانیت کی روشنی میں اس نکتے کی وضاحت فرمائیے۔

نیاز مند، سلیم محمود

وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ،

انسانی زندگی دو طرزوں میں سفر کرتی ہے۔ ایک کو نزول اور دوسری کو صعود کہتے ہیں۔ صعود کی حالت کا نام انسانی اصطلاح میں خواب اور نزول کی کیفیت کو بیداری کہا جاتا ہے۔ صعود کی حالت یعنی وجدان ذات سے قریب کرتی ہے اور نزول کی حالت یعنی بیداری ذات سے دور کرتی ہے۔ موجودات کی زندگی کے یہ دو ضروری اجزا ہیں جن کو اصطلاح میں ” زندگی کا تعین“ کہا جاتا ہے۔ عارفوں کی دنیا میں ذات یا باطن میں سفر کرنے کا ذریعہ ”یکسوئی“ ہے۔

اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں جگہ جگہ فرمایا ہے کہ قائم کرو صلوٰۃ اور ادا کرو زکوٰۃ۔ قرآن کریم

کے مطابق یہ دونوں اجزا — صلوٰۃ اور زکوٰۃ — روح اور جسم کا وظیفہ ہیں۔ وظیفہ سے مراد وہ حرکت ہے جو زندگی کی حرکت کو قائم رکھنے کے لئے انسان پر لازم ہے۔

خاتم النبیین حضرت محمدؐ کا ارشاد گرامی ہے،

"جب تم نماز میں مشغول ہو تو یہ محسوس کرو کہ ہم اللہ کو دیکھ رہے ہیں
یا محسوس کرو کہ اللہ ہمیں دیکھ رہا ہے۔"

اس ارشاد کی تفصیل پر غور کیا جائے تو حقیقت منکشف ہوتی ہے کہ ہر انسان کو اپنی زندگی میں وظیفۂ اعضا کی حرکت کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع رہنے کی عادت ہونی چاہئے۔

جب ایک شخص دس بارہ سال کی عمر سے اٹھارہ بیس سال کی عمر تک جو اس کے شعور کی تربیت کا زمانہ ہے، اس طرح صلوٰۃ قائم کرے گا کہ وہ اللہ کے حضور حاضر ہے تو اس کا ذہن اللہ کی طرف رہنے اور جسم قیام و رکوع، قومہ* و سجود، قعدہ اور جلسہ* ہر قسم کی حرکات کا عادی ہو جائے گا۔

ذہن کا اللہ کی طرف ہونا روح کا وظیفہ ہے اور اعضا کا حرکت میں رہنا جسم کا وظیفہ ہے۔ صلوٰۃ کے ذریعے فرد کو اس بات کی عادت ہو جاتی ہے کہ اس پر وجدان اور بیداری کی صحیح کیفیت طاری رہے تاکہ زندگی کی دونوں صلاحیتوں کا صحیح استعمال ہو سکے۔ جب وہ زندگی کے ہر شعبے میں اللہ کی طرف متوجہ رہنے اور ساری دنیا کے کام انجام دینے کا عادی ہوتا ہے تو روحانی اور جسمانی دونوں کیفیات سے یکساں طور پر روشناس رہتا ہے۔ یہی زندگی کی تکمیل ہے۔ یہی صلوٰۃ کا پروگرام ہے۔

دوسرا زکوٰۃ کا پروگرام ہے جس کا منشا، مخلصانہ اور بے لوث خدمتِ خلق ہے۔ تصوف میں اس کیفیت کو "جمع" کہتے ہیں یعنی وہ کیفیت جس میں انسان ہر وقت اللہ کی یاد میں اور اللہ کی مخلوق کی خدمت میں رہتا ہے۔ ایک عارف کے لئے "جمع" پہلی منزل ہے۔

دعاگو، عظیمی

---

* قومہ (رکوع کے بعد کھڑے ہونے کی حالت) * جلسہ (دو سجدوں کے درمیان بیٹھنے کو جلسہ کہتے ہیں۔)

نامے میرے نام

"ماہنامہ قلندر شعور" نے قارئین خواتین و حضرات کو رسالے کے پلیٹ فارم سے تفکر کی دعوت دی ہے۔ رابطے کے قدیم و جدید وسائل کے ذریعے موصول ہونے والے خطوط شائع کئے جارہے ہیں۔ ادارہ "ماہنامہ قلندر شعور" کا قارئین کے تفکر سے متفق ہونا ضروری نہیں۔

◈ بی بی انور ادھا (دبئی): مرشد کریم نے 27 جنوری 2025ء کے مرکزی خطاب میں سب کو قرآن کریم کا پیغام دیا ہے کہ "اللہ کی رسّی کو مضبوط پکڑلو اور آپس میں تفرقہ میں نہ پڑو۔" پیغام سماعت میں گونج رہا ہے اور اندر میں اسکرین پر نقش ہوگیا ہے۔

◈ گلِ رعنا (کراچی): ابدالِ حق کے عرس مبارک کے مرکزی خطاب میں خانوادہ سلسلۂ عظیمیہ محترم عظیمی صاحب نے کتاب "روحانی علاج" گھر گھر پہنچانے کی ہدایت کی تاکہ لوگوں کے مسائل حل ہوں اور بیماریوں سے شفا ملے۔ میں نے یہ کتاب جس کو دی، سب نے کہا کہ ہمیں اس کی ضرورت تھی۔ انہوں نے شکریہ کے ساتھ قبول کی اور دعائیں دیں۔

◈ ابتسام حسن (ملتان): ابدالِ حق حضور قلندر بابا اولیاءؒ کے عرس کی تقریبات میں خاندان سمیت شرکت کی۔ پاکستان اور بیرونِ ملک سے آئے مہمانوں کے ساتھ علمی گفتگو ہوئی۔ ایک روزہ روحانی تربیتی ورکشاپ میں حصہ لیا اور سب سے بڑھ کر محترم عظیمی صاحب کے "قلب کو روشن کرنے والے" خطبات سنے اور نکات نوٹ کئے۔ جب سے گھر واپس آئے ہیں، روز گھر والوں کے ساتھ بیٹھ کر اس پر تفکر کرتے ہیں۔ الحمدللہ، ذہن کھلے ہیں۔

◈ مومنہ (سیالکوٹ): دکھی انسانیت کی خدمت کے لئے کتاب "روحانی علاج" ہر گھر تک پہنچانا مشن کا حصہ ہے۔ ہم نے اپنے محلّے سے آغاز کیا، ایک دو پڑوسی اور چند دوست ہمارے ساتھ کارِ خیر میں شریک ہوگئے ہیں۔ اس طرح کتاب کی تقسیم کا دائرہ وسیع ہو رہا ہے۔

انا للہ و انا الیہ راجعون

شفقت و رحمت کے پیکر، تسکینِ دل و جاں، وجہِ سکون و اطمینان، میرے آقا، میرے محسن، میرے ہادی، میرے مرشدِ کریم، بچوں کے بہت پیارے دوست، سائبان، محافظ، ماں، باپ، رہنما ۔۔۔ ابا جی، اللہ تعالیٰ کے سپرد، اللہ تعالیٰ کے حوالے۔

زخمی دل، دیدۂ گریاں، لرزتے ہوئے ہاتھ اللہ تعالیٰ کے حضور التجا اور التماس کرتے ہیں، بواسطۂ سرورِ کائنات خاتم النبیین حضرت محمد مصطفیٰ ؐ، تمام انبیائے کرام علیہم السلام، صحابہ کرامؓ، تابعین، تبع تابعین، بڑے پیر صاحبؒ، نانا تاج الدین باباؒ اور ابدالِ حق حضور قلندر بابا اولیاؒ، ہمارے ابا جی کے مقامات بلند سے بلند تر فرمائیے اور نبی کریم ؐ کی مزید قربت اور فیض عطا کیجئے۔ آمین۔

نہایت شفیق والد، بچوں کے دادا، دوست، سربراہ، رہنما، خوش ہنسی، محبت، وجہِ زندگی، آپ ظاہری طور پر تو پردہ فرما گئے ہیں لیکن آپ کی خوشبو، لمس، محبت، آواز، قربت، تربیت، فہم و فراست کی موجودگی کا احساس ہمیشہ ہمارے اندر نور کی شمع روشن رکھے گا۔ جو شب و روز اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے آپ کی رحمت کے سائے میں گزرے ہیں، وہی زندگی ہیں۔ اُن کے سائے میں انشاء اللہ، آپ کے بچے ہمیشہ روشن راستے پر گامزن رہیں گے اور صراطِ مستقیم کی زندگی گزاریں گے۔ الفاظ، جذبات کی عکاسی کرنے سے قاصر ہیں۔ یہ قیامت، ہر قیامت سے ہولناک ہے مگر یقینِ کامل ہے کہ آپ کے تصرّف سے، پیار محبت، ایثار و صبر کی تلقین سے، آپ کی ذات میں بسی مامتا کے سائے میں ہم ایک بار پھر زندگی گزارنے کی کوشش کریں گے۔

میرے محافظ، میرے سائبان، میرے آقا، میرے مولا، میرے مُرشد، میرے دوست اور میری کُل کائنات، نبی کریم ؐ کے صدقے دانستہ، نادانستہ ہونے والی تمام غلطیوں اور کوتاہیوں کے لئے ہم سب معافی کے طلب گار ہیں۔ اپنی رحمت سے ہم کو معاف فرمائیے اور شفقت کی چادر میں سمائے رکھئے کیوں کہ یہی زندگی کی اَساس ہے۔

آپ ہم سب کا فخر ہیں، ہماری شان ہیں، ہماری پہچان ہیں۔ آپ ہم سب کے ابا جی ۔۔۔ ابا جان ہیں۔

آپ کی نہایت ادنیٰ داسی

کوکب شاہ عالم عظیمی

بروز جمعۃ المبارک، ۲۲ شعبان المعظّم (۲۱ فروری، ۲۰۲۵ء)

عائشہ خان

دوری اور قربت ___؟

'بیدار نظر' ذہن میں فاصلوں کو ختم کر کے کائنات میں موجود دنیاؤں کو ایک مقام پر دیکھتی ہے۔

قرب و بُعد دو زاویے ہیں جن کے توسط سے شے اور مقام کو سمجھنے کی کوشش کی جاتی ہے۔ فنونِ لطیفہ اور فنونِ مختلفہ کے ذیل میں جتنے علوم آتے ہیں، سب قریب اور دور کا تصور ہیں۔ کسی بھی زبان کے حروفِ تہجی دیکھئے اور لکھئے۔ مشاہدہ ہوگا کہ ذہن نے نظر نہ آنے والی شے کو اپنے طور پر ظاہر کرنے کے لئے کس طرح قرب و بُعد کے زاویوں سے مدد لی ہے۔

اندر میں فہم کہتی ہے کہ دور یا قریب دیکھنا مفروضہ طرزِ فکر کا وصف ہے کیوں کہ زید جسے دور دیکھتا ہے، وہ حامد کے لئے قریب ہے اور حامد جسے دور سمجھتا ہے، وہ دیکھنے کا ایک زاویہ ہے جو اس نے اپنے مقام کا تعین کر کے قائم کیا ہے۔ بات یہ ہے کہ آدمی شے کو نہیں دیکھتا، شے کو ریفرنس کی مدد سے دیکھتا ہے۔ جب وہ دیکھنے کے لئے حقیقت کی بجائے illusion کو بنیاد بناتا ہے تو طرزِ فکر قرب و بُعد کے مفروضہ زاویوں میں تقسیم ہو جاتی ہے۔

یہ نکتہ دلچسپی سے خالی نہیں کہ حامد اور زید کا دیکھنا___ دیکھنے کا محدود زاویہ ہے جس کی بنیاد فرض کیا گیا ریفرنس ہے۔ وہ خود کو جس جگہ پر موجود سمجھتے ہیں ___ وہاں نہیں ہیں۔ کیوں نہیں ہیں___؟ اس لئے کہ دونوں کی حیثیت اطلاع کی ہے۔ اطلاع ہر لمحہ کہیں سے آتی ہے، اندر میں اسکرین پر ظاہر ہوتی ہے اور مظاہرہ کر کے جہاں سے آئی ہے، وہاں واپس چلی جاتی ہے۔ زید اور حامد یا آپ اور میں خود کو جہاں موجود سمجھتے ہیں، وہاں ہمارا مظاہرہ غیر مستقل ہے پھر قریب اور دور ہونا کیا ہے___؟

خالقِ کائنات اللہ تعالیٰ نے کُن فرمایا تو اللہ تعالیٰ کے ارادے میں موجود کائنات کو اپنے

* ریفرنس (حوالہ۔ آدمی حقیقت کی جگہ الوژن کو بنیاد یا ریفرنس بنا کر دیکھتا ہے۔)

ہونے کی اطلاع ملی اور فیکون ہوگیا۔ کائنات یعنی موجودات اطلاع ہے۔ اطلاع سے واقف ہونے کی دو طرزیں ہیں۔ قرآن کریم میں ایک طرز کو نہار اور دوسری طرز کو لیل کہا گیا ہے۔

"اللہ رات کو دن میں داخل کرتا ہے اور دن کو رات میں داخل کرتا ہے۔ زندہ کو مردہ سے نکالتا ہے اور مردہ کو زندہ سے نکالتا ہے۔"

(اٰلِ عمرٰن : ۲۷)

نہار (دن) محدود حس ہے جو سننے، دیکھنے، سمجھنے، محسوس کرنے اور حرکت کے لئے اسپیس کی درجہ بندی اور فاصلوں میں تقسیم ہے۔ لیل (رات) لامحدود حس ہے جس میں اسپیس ہوتی ہے لیکن طوالت کا احساس نہیں ہوتا۔ ان کی مثال بیداری اور نیند میں طرزِ زندگی ہے۔

بیداری یعنی دن کے حواس میں فرد اطلاع میں اپنے معانی شامل کرتا ہے — محدود طرز فکر کے دیکھنے کو دیکھتا ہے جس کی وجہ سے اصل سے دوری پیدا ہوتی ہے اور فہم کی رفتار نہ ہونے کے برابر رہ جاتی ہے۔ نیند کی دنیا میں فرد کا ارادہ شامل نہیں ہوتا، ذہن لاشعور کے تابع ہوتا ہے اور لاشعور سے آنے والی اطلاع کی رفتار سے سفر کرتا ہے۔

رات بیدار نظر لوگوں کی دنیا ہے۔ ان حواس کا عارف جب چاہے، وقت کے ناقابلِ شمار یونٹ میں نہ جانے کتنی دنیائیں دیکھ لیتا ہے، وہاں کھاتا پیتا، لوگوں سے ملاقات اور سیر کرتا ہے، فاصلے بے معنی ہو جاتے ہیں۔ قرب و بُعد کے راز سے پردہ اٹھاتے ہوئے صاحبِ علم و عرفان محترم عظیمی صاحب فرماتے ہیں،

"فاصلے کائنات میں نہیں — ذہن میں ہیں۔ 'بیدار نظر' ذہن میں فاصلوں کو ختم کر کے کائنات میں موجود دنیاؤں کو ایک مقام پر دیکھتی ہے۔ فاصلہ الوژن ہے جسے توڑنے کے لئے لیل کے حواس درکار ہیں جیسے نیند کی دنیا۔ نیند میں آدمی کے اندر اسی شکل و صورت کا مگر مختلف لباس میں ایک اور آدمی بیدار ہوتا ہے جس کی حسیات عام رفتار سے ہزاروں گنا تیز ہیں۔ وہ نیند کی دنیا میں بیداری کی دنیا سے بہتر اور بھرپور زندگی گزارتا ہے مگر جب جاگتا ہے تو اپنی صلاحیتوں کو نظر انداز کر کے وہ رفتار خود پر حاوی کر لیتا ہے جو مادی جسم کی ہے۔ بیدار ہو کر وہ کہتا ہے، 'خواب تھا جو کچھ کہ دیکھا جو سنا افسانہ تھا'۔ اس طرح وہ لیل کے حواس کی صلاحیتوں کو رد کر کے ان مظاہر کا اقرار کرتا ہے جن میں illusion ہے — ایسے حواس جو

فاصلے نہ ہونے کے باوجود فاصلہ دکھاتے ہیں۔"

(آج کی بات۔ اپریل 2022ء)

ہم دیکھنے اور سننے کے لئے اسپیس کی تقسیم کے پابند 'دن کے حواس' کو ریفرنس بناتے ہیں تو الوژن میں قید ہو جاتے ہیں اور جب 'رات کے حواس' کو ریفرنس بناتے ہیں تو 'لیلۃ القدر' حاصل ہوتی ہے۔ لیلۃ القدر کیا ہے؟

قادر و قدیر اللہ نے فرمایا ہے،

"بے شک ہم نے اسے لیلۃ القدر میں نازل کیا اور تمہیں کیا ادراک کہ کیا ہے لیلۃ القدر؟ لیلۃ القدر بہتر ہے ہزار مہینوں سے۔ اترتے ہیں اس میں روح اور فرشتے اپنے رب کے حکم سے، سلامتی ہے یہ رات طلوعِ فجر تک۔"

(القدر: ۱۔۵)

رمضان المبارک حواس کو مجلّا کرنے یعنی تجلّی سے روشناس ہونے کا مہینہ ہے جس میں صحیح معنوں میں روزہ رکھنے اور اِس خیال کو غالب کرنے سے کہ 'اللہ مجھے دیکھ رہا ہے'، الوژن طرزِ فکر کی گرفت ٹوٹتی ہے — بندہ حواس کے ایک اعلیٰ درجے میں داخل ہوتا ہے جس کو 'لیلۃ القدر' کہا گیا ہے۔

آخری آسمانی کتاب قرآن کریم لیلۃ القدر میں نازل ہوئی۔ لیلۃ القدر ہزار مہینوں سے افضل ہے۔ ایک ہزار مہینے میں 30 ہزار دن اور 30 ہزار راتیں ہوتی ہیں — لیلۃ القدر میں حواس کی رفتار عام دنوں سے 60 ہزار گنا بڑھ جاتی ہے۔

الشیخ عظیمی فرماتے ہیں،

"اللہ نے لیلۃ القدر کو طلوعِ فجر (مطلع الفجر) تک سلامتی فرمایا ہے۔ غور طلب ہے کہ جب کوئی شے طلوع ہوتی ہے تو اس کی اسپیس کھلتی ہے یعنی اصل حالت سے ہٹ کر پھیلتی ہے لہٰذا "سلم ھی حتیٰ مطلع الفجر" کو نہار کے حواس سے نسبت ہے۔ جب تک آدمی لیل کے حواس میں ہے، سلامتی میں رہتا ہے۔ روزہ رکھنے سے انسان لیل کے حواس کا ادراک کر کے اسپیس کے پھیلنے، سمٹنے اور قرب و بُعد کی حقیقت سے واقف ہو جاتا ہے۔"

دن اور رات میں زندگی ایک ہے، فرق دیکھنے کی طرز کا ہے۔ دن میں ہم سورج کو ریفرنس بنا کر دیکھتے ہیں۔ سورج طلوع و غروب ہوتا ہے، غروب ہوتے ہی آنکھوں کے آگے اندھیرا آجاتا ہے لیکن نظامِ کائنات جاری رہتا ہے۔ ہوتا یہ ہے کہ سورج سے منعکس شدہ شعاعیں پھیلتی ہیں تو ہر دو شعاع کے درمیان خلا نمایاں ہوتا ہے۔

ہم خلا* کے دیکھنے سے واقف ہیں، روشنی* کے دیکھنے سے واقف نہیں ہیں۔ خلا پھیلنے سے حواس پر دوری کی اسپیس غالب آتی ہے — ہم دوری (خلا) کے دیکھنے کو دیکھتے ہیں۔ جب رات قریب آتی ہے تو سورج کے ذریعے منعکس ہونے والی روشنی کی لہروں کے درمیان خلا سمٹتا* ہے اور قربت (لاشعور) کے حواس غالب آتے ہیں۔ ان حواس میں دیکھنے کی مشق نہ ہونے سے رات اندھیر نگری نظر آتی ہے۔

”ان کے لئے ایک اور نشانی رات ہے، ہم اس کے اوپر سے دن ہٹا دیتے ہیں تو ان پر اندھیرا چھا جاتا ہے۔“ (یٰسٓ : ۳۷)

دن کے حواس ہٹنے سے رات کے حواس سے لاعلم لوگوں پر اندھیرا چھا جاتا ہے۔ وہ دیکھنے کے لئے کسی اور مادی شے کا سہارا لیتے ہیں مگر ذہن کو اس ہستی کے تابع نہیں کرتے جس نے دن، رات، روشنی اور نور کو تخلیق کیا ہے، جو طلوع و غروب کے نظام پر قادر ہے اور جس کے نور سے کائنات کا ہر حصہ ہمہ وقت معمور ہے۔ ایک صوفی شاعر نے کہا ہے،

زہے خلوت زہے جلوت کہ قرب وبُعد یکساں شد

ترجمہ: کیا خوب خلوت ہے، کیا خوب جلوت ہے کہ قریب اور دور ہونا برابر ہوا۔

ہم دوری کے حواس میں زندگی گزارتے ہیں۔ سورج طلوع و غروب ہونے والی شے ہے۔ سورج سمیت کسی بھی مادی شے کی منعکس شدہ روشنی کو ریفرنس بنا کر دیکھنا الوژن ہے۔ قرآن کریم میں حضرت ابراہیم خلیل اللہؑ کا قصہ پڑھئے۔

قرآن کریم ماہِ رمضان میں نازل ہوا۔ اسے سمجھ کر پڑھنے سے الوژن ختم ہوتا ہے۔ اسی طرح روزہ رکھنے سے مادیت (شک) کی گرفت ٹوٹتی ہے۔ رمضان المبارک میں روزہ دار پر احساس غالب رہتا ہے کہ — ”اللہ مجھے دیکھ رہا ہے“۔ جب تک وہ اس احساس میں رہتا ہے، سلامتی میں ہے — اسے لیلۃ القدر نصیب ہوتی ہے جس میں اللہ کے حکم سے فرشتے اترتے ہیں، نیک بندوں سے مصافحہ کرتے ہیں اور اللہ چاہے تو تجلّی کا دیدار ہوتا ہے۔ اللہ نے فرمایا ہے،

”روزہ میرے لئے ہے اور روزے کی جزا میں خود ہوں۔“

* خلا (دوری) * روشنی (قربت) * خلا کا سمٹنا (خلا ختم نہیں ہوتا، مغلوب ہو جاتا ہے۔)

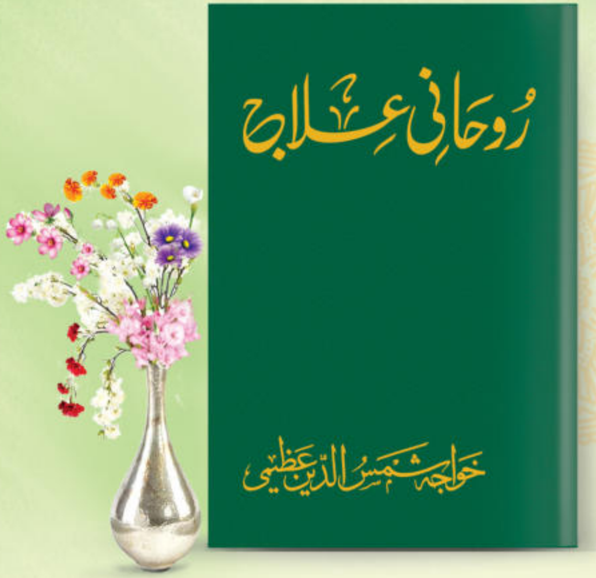

السلام علیکم ورحمۃ اللہ،

اللہ تعالیٰ کی رحمتیں بوسیلہ خاتم النبیین حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، ہم سب پر نازل ہوں اور ہمیں جسمانی اور روحانی سکون حاصل ہو، آمین۔

شک اور بے یقینی کے طوفان سے پیدا ہونے والی تقریباً دو سو بیماریوں اور مسائل کو یکجا کر کے کتاب "روحانی علاج" میں ان کا حل شائع کیا گیا ہے۔ کتاب "روحانی علاج" کی مقبولیت کے پیشِ نظر قارئین کے تعاون سے ادارہ "ماہنامہ قلندر شعور" نے اس کتاب کو گھر گھر پہنچانے کا پروگرام بنایا ہے۔

جو خواتین و حضرات راہِ للہ کے اس پروگرام میں شامل ہونا چاہتے ہیں ۔۔ ادارے سے رابطہ کریں۔

ملنے کا پتہ : عظیمی یونیورسٹی پریس® سرجانی ٹاؤن، کراچی

+92 307111 5224

info@azeemiuniversitypress.com

زیرِ سرپرستی

اللہ کے دوست حضرت خواجہ شمس الدین عظیمی

عظیمیہ روحانی لائبریری جنڈ، اٹک

روحانی علوم کے متلاشی خواتین و حضرات اور طلبہ و طالبات کے لئے
عظیمی صاحب کی تحریر کردہ اور تصوف کی دیگر کتابیں مطالعہ کے لئے موجود ہیں۔

اوقات: عصر تا مغرب روزانہ | حاجی بازار، جنڈ، اٹک۔ موبائل نمبر: 03009145175

حامد ابراہیم

تین سو سال کی نیند (۲)

پہلے حصے کا خلاصہ: ہر دور میں ایسے واقعات موجود رہے ہیں جب فرد اختیاری یا غیر اختیاری طور پر طویل نیند سے گزرا۔ یہ عرصہ کبھی ایک صدی یا کئی صدیوں پر محیط رہا مثلاً حضرت عزیرؑ اور اصحابِ کہف کا واقعہ — اور کبھی برسوں پر محیط رہا جیسے حبسِ دم اور کوما کے واقعات۔

طویل نیند کی حالت میں اجسام کے محفوظ رہنے کی دو بڑی سائنسی توجیہات میں سے ایک یہ ہے کہ گیسیں خاص درجۂ حرارت میں سکڑنے اور پھیلنے کے مخصوص نظام سے گزرتی ہیں جس سے فضا میں ٹھنڈک پیدا ہوتی ہے اور ظاہری حواس معطل رہتے ہوئے جسم گلنے سڑنے سے محفوظ رہتا ہے۔ واضح رہے کہ اس دوران سانس جاری رہتا ہے لیکن رفتار اتنی کم ہوتی ہے کہ فرد پر موت کا گمان ہوتا ہے۔

اگر گیسوں کے پھیلنے اور سکڑنے سے ٹھنڈک پیدا نہ ہو تو تحقیق و تلاش (سائنس) کی رُو سے اجسام کو محفوظ رکھنے کا دوسرا طریقہ پڑھئے اور یہ بھی کہ ان واقعات کی روحانی توجیہہ کیا ہے؟

ہوا میں مختلف گیسیں ہیں۔ معمول کے تناسب میں نائٹروجن تقریباً 78٪، آکسیجن 21٪، آرگان 1٪، کاربن ڈائی آکسائیڈ تقریباً 0.04٪ اور انتہائی معمولی مقدار میں دیگر گیسیں بھی ہوا میں موجود ہیں۔ کسی وجہ سے اس تناسب میں معمولی کمی بیشی ہو جائے تو ماحول پر غیر معمولی اثرات مرتب ہوتے ہیں۔ اس فضا کے لئے Modified Atmosphere کی اصطلاح استعمال کی جاتی ہے یعنی تبدیل شدہ فضا۔

دھاتوں کو آکسیجن، ہوا میں نمی، دوسری گیسوں کے ساتھ chemical reaction سے روکنے، ہر قسم کی غذا کو تازہ رکھنے، پھلوں کو جلدی پکانے یا تادیر پکنے سے روکنے، ادویہ کو صحیح حالت میں طویل مدت تک محفوظ کرنے، پھولوں کی خوش بو اور تازگی کو دیر تک برقرار رکھنے، مردہ جسم کو طویل عرصے تک محفوظ رکھنے اور ایسے مقاصد کے لئے "تبدیل شدہ فضا" کا طریقِ کار استعمال کیا جاتا ہے۔

یہ طریقِ کار بہت سے جانور استعمال کرتے ہیں۔ خصوصاً وہ جانور جو زمین میں سرنگ اور بِل بنا کر رہتے ہیں اور گھروں کی ساخت ایسی رکھتے ہیں کہ کچھ حصوں میں آکسیجن معمول سے کم، کاربن ڈائی آکسائیڈ معمول سے زیادہ اور کبھی کبھار کاربن مونو آکسائیڈ کی قلیل مقدار پیدا ہو جاتی ہے۔ عام حالات میں جانور وافر آکسیجن والے حصوں میں رہتے ہیں۔ جب خطرہ محسوس ہوتا ہے تو کم آکسیجن والے چیمبر میں چھپ جاتے ہیں۔ حملہ آور جانور کم آکسیجن اور قدرے زیادہ کاربن ڈائی آکسائیڈ کے چیمبر میں داخل ہونے سے گھبراتے ہیں کیوں کہ دَم گھٹنے کا احساس ہوتا ہے اور وہ پلٹ جاتے ہیں۔ ایسے جانور اور حشرات غذا اور انڈوں کو تادیر محفوظ رکھنے کے لئے بھی "تبدیل شدہ فضا" کا طریقہ اختیار کرتے ہیں۔

سوالات: اصحابِ کہف اور حضرت عزیرؑ کی طویل نیند — اور کم و بیش حبسِ دَم کے ماہرین کی اختیار کردہ لمبی نیند حتیٰ کہ کوما جیسی نیند جو دہائیوں تک محیط ہو سکتی ہے، میں قدرِ مشترک جسم کا گلنے سڑنے اور اپاہج ہونے سے محفوظ رہنا ہے۔ ایسے میں اعضائے رئیسہ خصوصاً دماغ کا، جس کی ساخت بہت نازک ہے، اپنی حالت میں برقرار رہنا کیسے ممکن ہے—؟

اگرچہ کوما حادثاتی حالت ہے اور یہ اصحابِ کہف، اور حبسِ دَم کے تحت اختیار کی گئی نیند سے قدرے مختلف ہے لیکن دورِ حاضر میں اصحابِ کہف جیسی نیند کو سائنس کی رُو سے سمجھنے کے لئے ہمارے سامنے کوما کے علاوہ دوسری کوئی مشاہداتی مثال موجود نہیں۔

سوال یہ بھی ہے کہ کیا بے ہوشی یا طویل نیند میں ہمارا جسم خصوصاً دماغ معمول سے ہٹ کر مختلف گیسیں بناتا ہے؟

سائنس اس کا اثبات کرتی ہے۔

طویل نیند میں سانس اپنی سست ترین رفتار پر ہوتا ہے۔ کاربن ڈائی آکسائیڈ کی پیدائش کم ترین سطح پر چلی جاتی ہے کیوں کہ خلیات کم سے کم آکسیجن جلاتے ہیں۔ نائٹرک آکسائیڈ اور ہائیڈروجن ڈائی سلفائیڈ معمول سے زیادہ بنتی ہیں اور جسم کو سوجن سے محفوظ رکھتی ہیں لیکن عجیب بات ہے کہ خلیات کاربن مونو آکسائیڈ بھی معمول سے زیادہ بنانے لگتے ہیں۔

کاربن مونو آکسائیڈ عام حالات میں انتہائی مہلک اور خطرناک گیس ہے۔ یہ جنگی کیمیائی ہتھیار کے طور پر بھی استعمال ہوتی ہے۔ ہوا میں دو سوویں (200^{th}) حصے تک اس کی موجودگی دَم گھٹنے اور چند منٹوں میں دل کی دھڑکن معطل کرنے کا باعث ہے۔ عام حالات میں خلیات اسے انتہائی معمولی مقدار میں بناتے ہیں کیوں کہ اس کی قلیل مقدار شفابخش اور مفید اثرات رکھتی ہے۔ کیا وجہ ہے کہ طویل نیند میں خصوصاً دماغ کے خلیات کاربن مونو آکسائیڈ کو معمول سے تھوڑا زیادہ بناتے ہیں؟

کاربن مونو آکسائیڈ کی مخصوص مقدار دماغ میں حفاظتی میکانزم پیدا کرتی ہے۔ دماغ کے خلیوں کے آکسیجن کے ساتھ تعامل کو کم ترین سطح پر لے کر آتی ہے تاکہ ان میں سوجن پیدا نہ ہو اور ان کی موت واقع نہ ہو۔ یہ پیغام رساں خلیات (Neurons) کے گرد حصار بناتی ہے اور انہیں ٹوٹ پھوٹ سے محفوظ رکھتی ہے۔

ہم آکسیجن کو زندگی سمجھتے ہیں۔ کاربن ڈائی آکسائیڈ کو دھوئیں جیسی اضافی شے خیال کرتے ہیں اور کاربن مونو آکسائیڈ عام حالات میں ویسے ہی مہلک اور خطرناک ہے۔ پھر کیا وجہ ہے کہ طویل نیند میں زندگی کو قائم اور جسم و دماغ کو سلامت رکھنے کے لئے آکسیجن جلنے کا عمل کم سے کم اور کاربن مونو آکسائیڈ جیسی بظاہر حیات کُش گیس کا کردار سب سے زیادہ اہمیت اختیار کر جاتا ہے—؟ یہاں کاربن کیا کردار ادا کرتا ہے؟

خانوادہ سلسلۂ عظیمیہ فرماتے ہیں،

”روحانی لوگ تشریح کرتے ہیں کہ آکسیجن زندگی کا ایک ذریعہ ہے، آکسیجن زندگی نہیں ہے۔ جب آکسیجن اندر جاتی ہے تو اللہ تعالیٰ کے نظام کے تحت ایک chip لگی ہوئی ہے۔ آکسیجن اس chip سے ٹکراتی ہے تو اسپارکنگ (sparking) ہوتی ہے۔ آکسیجن جلتی ہے اور کاربن ڈائی آکسائیڈ بنتی ہے یعنی انسانی زندگی کا دارومدار کاربن ڈائی آکسائیڈ پر ہے۔ اس کو اللہ تعالیٰ نے قرآن پاک میں دخان کہا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے دخان سے کہا کہ تو داخل ہو جا خوشی سے یا زبردستی سے۔ دخان نے کہا، میں آپ کا فرماں بردار ہوں—خوشی سے داخل ہوتا ہوں۔“

الہامی سائنس پر مبنی اس اقتباس پر تفکر سے نکتہ کھلتا ہے کہ دخان کا بنیادی مادہ کاربن ہے۔

کاربن ڈائی آکسائیڈ میں ایک کاربن اور دو آکسیجن (CO_2) جب کہ کاربن مونو آکسائیڈ میں ایک کاربن اور ایک آکسیجن (CO) کی نسبت ہے۔اس طرح کاربن مونو آکسائیڈ میں کاربن کا اثر، کاربن ڈائی آکسائیڈ کے مقابلے میں دوگنا کم ہے جب کہ کاربن مونو آکسائیڈ کا ایک سالمہ (مالیکیول)، کاربن ڈائی آکسائیڈ کی نسبت دخان کی ایک زیادہ لطیف اور پُر اثر کیفیت ہے۔

عام حالات کی نسبت طویل نیند جیسی حالت میں زندگی کو قائم اور جسمانی نظام کو درست رکھنے میں کاربن مونو آکسائیڈ کا کردار اہمیت اختیار کر جاتا ہے۔ طب کے شعبے نیورولوجی میں بعض مخصوص دماغی امراض کے علاج میں کاربن مونو آکسائیڈ کی معیّن اور محدود مقدار استعمال کی جاتی ہے۔ہمارے جسم کے خلیات جو عام حالات میں مسلسل کاربن ڈائی آکسائیڈ اور قلیل مقدار میں دوسری گیسیں پیدا کرتے ہیں، طویل نیند جیسی مخصوص حالت میں مختلف نوعیت اور مقداروں کی گیسیں بناتے ہیں جن میں بنیادی کردار کاربن مونو آکسائیڈ کا ہے۔یہ جسم اور دماغی خلیات کو ٹوٹ پھوٹ سے ممکنہ حد تک محفوظ رکھتی ہے۔

تحقیق و تلاش کی رُو سے کہا جا سکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی قدرتِ کاملہ کے تحت اصحابِ کہف اور حضرت عزیرؑ کے واقعات میں ان کے اجسام سے ملحق فضا میں گیسوں کی ترکیب اور مقداریں ایک مخصوص اور معیّن سطح پر قائم ہو گئیں۔ موجودہ سائنسی علوم میں ''تبدیل شدہ فضا'' کا طریقہ عملی اور قابلِ فہم مثال پیش کرتا ہے۔

سائنس کے مطابق، اگر کوئی جگہ جزوی یا کُلّی طور پر کافی عرصے تک ہوا بند (Air-tight) رہے یعنی وہاں سے بیرونی ہوا کا گزر نہ ہونے کے برابر ہو جائے تو اس فضا میں آکسیجن کی مقدار بتدریج کم ہو جاتی ہے۔

آکسیجن کیمیائی طور پر تیز ترین عامل گیس ہے اور اشیا کی کیمیائی ساخت میں تبدیلی کی ذمہ دار ہے۔ اس کی کمی سے غیر عامل یا سست عامل گیسیں مختلف تناسب سے خالی جگہ کو پُر کرتی ہیں۔ دوسری طرف کاربن ڈائی آکسائیڈ اور نائٹروجن کی زیادہ مقدار جمع ہونے سے زندہ یا مردہ جسم اور خوراک و نباتات میں واقع ہونے

آکسیجن تیز ترین عامل گیس ہے۔ یہ نامیاتی اشیامیں کیمیائی
تبدیلیوں کو تیز کرتی ہے ــــ اشیامیں گلنے کا عمل شروع ہو جاتا
ہے۔ اس تبدیلی میں حشرات اور جراثیم بھی کردار ادا کرتے ہیں۔

قدرتی یا مصنوعی طور پر ہوا میں گیسوں کے تناسب میں
مخصوص تبدیلی واقع ہو یا مصنوعی طور پر ایسا کیا جائے تو
اشیا طویل عرصے تک اپنی حالت پر قائم رہ سکتی ہیں۔

والے تعاملات انتہائی سست ہو جاتے ہیں۔ کسی وجہ سے وہاں ہوا میں آرگان گیس کا تناسب معمول سے زیادہ ہو جائے تو جسم یا شے کے صدیوں تک صحیح حالت میں رہنے کا امکان پیدا ہوتا ہے۔ شرط یہ ہے کہ ماحول میں گیسوں کا یہ تناسب تبدیل نہ ہو۔

اصحابِ کہف، حضرت عزیرؑ ــــ اور کم و بیش حبسِ دَم کے عاملین اور طویل کوما سے بیدار ہونے والوں میں ایک اور مشترک نکتہ، وقت نہ گزرنے کا احساس ہے۔ بیدار ہونے کے بعد سب میں یہ احساس پایا جاتا ہے کہ وہ ایک دن یا اس سے کچھ کم وقفے کے لئے سوئے ہیں۔

روحانی سائنس وضاحت کرتی ہے کہ نیند اور بیداری کے حواس کے دو رخ ہیں۔ ان رخوں کی داخلی نوعیت میں فرق کا ایک اظہار ٹائم اسپیس میں سفر کی رفتار ہے۔ نیند کے حواس کی رفتار بیداری کے حواس سے ہزاروں گنا زیادہ ہے لہٰذا نیند کے دوران بیداری کے حواس معطل رہتے ہیں اور نیند سے جاگنے پر اسی لمحے سے اپنا سفر شروع کرتے ہیں جس لمحے معطل ہوئے تھے۔ نیند کے حواس میں کئے گئے اعمال بھی کچھ حد تک ہمارے حافظے میں رہتے ہیں اور محسوس ہوتے ہیں کیوں کہ ان اعمال کی اسپیس منفرد اور مادی حواس سے مختلف ہے۔

اصحابِ کہف اور حضرت عزیرؑ کے واقعات سے راہ نمائی حاصل ہوتی ہے کہ مادی جسم بیداری اور نیند کے حواس میں طبعی اور کیمیائی تعاملات (chemical reaction) بھی مختلف طریقے سے انجام دیتا ہے۔ بیداری اور نیند میں گیسوں کی مقداریں اور ترکیب مختلف ہے۔ بیداری میں آکسیجن اور نیند میں کاربن کا عمل دخل زیادہ ہے۔ طویل نیند میں کاربن کا کردار مزید اہم ہو جاتا ہے۔ نیند میں سانس طویل ہوتا ہے، آکسیجن کم خرچ ہوتی ہے۔ حبسِ دَم کے ماہرین سانس کی طوالت بڑھانے یعنی آکسیجن کم سے کم خرچ کرنے اور کاربن کو روکنے کی مشق کرتے ہیں۔ قدرت کی طرف سے سانسوں کی تعداد متعین ہے۔ سانس کی رفتار کم سے کم ہونے پر سانس کا ذخیرہ دیر سے خرچ ہوتا ہے اور زندگی کا دورانیہ (اسپیس) طویل ہو جاتا ہے۔

(آخری حصہ)

پروفیسر ڈاکٹر ثمینہ عامر

رنگوں کے جینز پر اثرات

غصیلے مزاج کی حاملہ ماں نیلی روشنی سے تیار شدہ پانی پیے اور ماحول میں نیلا رنگ بڑھا دے تو غصیلی لہروں کی آئندہ نسل کو منتقلی کا سلسلہ روکا جاسکتا ہے۔

رنگ زندگی کا اہم جزو ہیں۔ یہ کردار، مزاج اور ماحول کی عکاسی کرتے ہیں۔ ہم جس ماحول میں آنکھ کھولتے ہیں، والدین کی بود و باش کیسی ہے اور اسلاف کی طرز فکر کیا ہے، سب بچے کے اندر (مزاج + عادات) میں رنگوں کی شکل میں محفوظ ہوتا ہے۔ وہ بچپن، جوانی، ادھیڑ عمری اور بڑھاپے تک ان کا مظاہرہ کرتا ہے۔

اسکول، کالج، دفتر، کاروبار حتیٰ کہ ہر شعبۂ زندگی میں مختلف مزاج کے لوگ ملتے ہیں۔ ان میں کچھ تحمل اور صبر والے ہوتے ہیں، کسی کا مزاج جارحانہ ہوتا ہے، کوئی منتقم مزاج ہوتا ہے، کسی کا ظرف معاف کرنا ہے، کوئی برائی کا بدلہ بھلائی سے دیتا ہے، کچھ لوگ پھرتیلے اور کچھ کاہل ہوتے ہیں، بعض خوش طبع ہوتے ہیں اور ایسے لوگوں کی کمی نہیں جن کے چہرے پر ہر وقت پریشانی نظر آتی ہے۔ الغرض دنیا میں جتنے افراد ہیں، سب منفرد مزاج اور کردار کے حامل ہیں۔ کردار کی تعمیر ان رنگوں سے ہوتی ہے جو اسلاف سے ورثے میں ملے ہیں۔

ہر شے رنگ ہے۔ دیکھنا، سننا اور چھونا بھی رنگ ہے۔ نظر اور منظر کا رنگ ایک ہو جائے تو پھر ناظر اور شے میں فاصلہ نہیں رہتا۔ دلچسپ بات یہ ہے کہ اس دنیا اور لاشمار دنیاؤں میں فرد براہِ راست فرد سے نہیں ملتا اور نہ فرد کسی شے کو دیکھتا ہے بلکہ رنگ — رنگ سے ملتا ہے اور رنگ، رنگ کو دیکھتا ہے۔ رنگ طرز فکر ہے اور رنگ طولِ موج (فریکوئنسی) بھی۔ اس تناظر میں سمجھنے سے قاری مضمون کے قلب سے واقف ہو سکتا ہے۔

سوال یہ ہے،

- آنکھوں میں رنگوں کو جذب کر کے منعکس کرنے والے خلیات کام نہ کریں تو کیا ہوگا ؟
- درخت میں سے رنگ غائب ہو جائیں تو کیا درخت نظر آئے گا ؟

بچہ جوان ہوتا ہے تو اس کا بچپن تصور اور تصویروں میں رہ جاتا ہے، ٹھوس حالت میں نظر نہیں آتا۔ بچپن کے رنگ اندر میں موجود رہتے ہیں لیکن مغلوب ہو جاتے ہیں اور جوانی کے رنگ غالب آتے ہیں۔ غور کیجئے کہ رنگ مغلوب ہونے سے زندگی کا ایک دور او جھل ہوتا ہے پھر عمر رنگ کے سوا کیا ہے؟

ماحول میں اشیا اور افراد مادے تک محدود نہیں ہیں۔ ظاہری و باطنی سائنس کی رُو سے ہر شے لہروں کا مجموعہ ہے۔ لہریں مادے کی ساخت اور فرد کے مزاج کو قائم رکھتی ہیں۔ مزاج کے مطابق لہروں میں رنگ غالب مغلوب ہوتے ہیں اور ہم ان کے زیرِ اثر زندگی گزارتے ہیں۔

سوچ میں مادیت پرستی ہے تو مادے میں ٹوٹ پھوٹ سے رنگ غیب ظاہر غیب نظر آتے ہیں اور سوچ فطرت کے ہم رنگ ہو تو آنکھ تغیر کا اثر قبول نہیں کرتی۔ دونوں حالتوں میں رنگ فرد کو فرد سے ممتاز کرتے ہیں۔

رنگ اور اسلاف کے باہمی تعلق پر غور و فکر کرتے ہوئے ذہن میں اکثر سوال آتا ہے،

- کیا عمر گزرنے کے ساتھ ہم وہی رہتے ہیں جو پیدائش کے وقت ہوتے ہیں؟
- کیا ہم اسلاف کے رنگ جن سے ہمارا مزاج بنتا ہے، ان میں ردّوبدل کر سکتے ہیں؟

پہلے سوال کا جواب تربیت اور ماحول پر ہے۔

دوسرے سوال کا جواب اثبات میں ہے۔

اسلاف سے ملنے والے رنگوں کی مقدار کم، زیادہ کی جاسکتی ہے۔ ہم چاہیں تو ان رنگوں کے اثر کو قبول یا رد کر سکتے ہیں بشرطیکہ ارادے کو جو بذاتِ خود ایک رنگ ہے، اسلاف سے ملنے والے رنگوں پر غالب کر دیں۔ ایک شخص بات بات پر غصہ کرتا ہے اور اس عادت سے نجات چاہتا ہے، وہ چاہتا ہے کہ غصے کا وصف اولاد میں منتقل نہ ہو۔ چوں کہ غصے کے جراثیم ختم کرنے کا قوی ارادہ ہے، رفتہ رفتہ غصے کا رنگ مٹتا ہے۔ رنگ و روشنی سے علاج کے مطابق اسے چاہئے کہ نیلا رنگ زیادہ استعمال کرے، نیلی روشنی میں زیادہ سے زیادہ رہے، نیلے رنگ کو بار بار

دیکھے۔ اسی طرح غصیلے مزاج کی حاملہ ماں نیلی روشنی سے تیار شدہ پانی پیے اور ماحول میں نیلا رنگ بڑھادے تو غصیلی لہروں کی آئندہ نسل کو منتقلی کا سلسلہ روکا جاسکتا ہے۔ اس طرح نیلے رنگ کے خواص "حاملہ ماں" سے بچے میں منتقل ہوتے ہیں یعنی اس دنیا میں بچے کی پیدائش سے پہلے اسلاف سے ملنے والے مزاج (رنگ) کے اثر کو کم یا زیادہ کیا جاسکتا ہے۔

ہر عادت ایک رنگ ہے۔ ہم کوئی عادت اختیار کرتے ہیں اور اسے دہراتے ہیں تو اس کا رنگ نسمہ* میں غالب ہو جاتا ہے۔

نیلے رنگ سے ٹھنڈی لہریں خارج ہوتی ہیں اس لئے خیال رہے کہ سردیوں میں نیلے رنگ کا بلب جلا کر سونے سے سینہ متاثر ہو سکتا ہے۔

رنگ جینز (genes) پر اثر انداز ہوتے ہیں۔ رنگوں کے ذریعے ماں کے رحم میں بچے کے مزاج کو متاثر کیا جاسکتا ہے۔ مثال آپ نے پڑھی کہ نیلے رنگ کی کثرت سے جب ماں کے اندر غصہ ختم ہوتا ہے تو بچے کے اندر غصے کی جگہ نرمی کی لہریں منتقل ہوتی ہیں۔ ماں نے سرخ رنگ کی جگہ نیلے رنگ کو قبول کیا تو بچہ غصے کی جلا دینے والی لہروں سے محفوظ ہو گیا۔ اس طور پر کسی رنگ کو قبول کر کے موروثی بیماری کا تسلسل روکا جاسکتا ہے۔

موروثی بیماریوں کے تدارک کے لئے خاندان سے باہر شادی کا رواج عام ہو گیا ہے۔ خاندان سے باہر شادی کرنے سے اسلاف کے شعور کا اثر کم ہو جاتا ہے۔ جب دو مختلف خاندان کے مرد و عورت شادی کرتے ہیں تو اس سے دو اسلاف کے رنگوں کا خلط ملط ہوتا ہے اور نیا رنگ وجود میں آتا ہے۔

ماہرینِ طب کہتے ہیں کہ خاندان میں شادی کا رواج نسل در نسل چلتا رہے تو بچے ذہنی کمزوری کا شکار ہونے لگتے ہیں۔ وجہ یہ ہے کہ خاندان میں شادی سے رنگوں میں نئے رنگ شامل نہیں ہوتے بلکہ پرانے نظریات و افکار محدود انداز سے نئی نسل میں منتقل ہوتے ہیں اور بچہ نئے نظریات اور افکار سے محروم رہتا ہے۔ مختلف خاندانوں میں شادی سے بچے کا جین (gene) دو اسلاف کے ریکارڈ سے تشکیل پاتا ہے اور موروثی بیماریوں کی گرفت کمزور ہوتی ہے۔

* نسمہ (مٹی کے جسم سے نو انچ کے فاصلے پر روشنی کا ہیولا)

شادی سے متعلق یہ نظریہ محدود ہے اور اس کا تعلق شعوری طرزوں سے زیادہ ہے۔ درست ہے کہ مختلف خاندان میں شادی سے دو خاندانوں کی ذہانت یکجا ہوتی ہے لیکن یہاں پر بنیادی فرق جاننا ضروری ہے۔ خاندان سے باہر شادی کرنے میں ممانعت نہیں۔ اہم یہ ہے کہ اچھے اخلاق اور کردار کے گھرانوں میں بچوں کی شادی کی جائے۔ ایسا نہ ہو کہ موروثی بیماریوں کے زور کو توڑنے کے لئے خاندانی شیرازہ بکھر جائے اور اخلاقی قدریں متاثر ہوں۔ مثلاً علمی خاندان کے فرد کی ایسے گھر میں شادی ہو جہاں مطالعے کا ذوق نہ ہو تو خاندان کا علمی ورثہ بکھر جاتا ہے۔

کسی خاندان کا اخلاقی اور علمی ورثہ اعلیٰ ہو تو ان میں بیماریوں کی شرح کم ہوتی ہے، ذہنی اور جسمانی صحت اچھی ہوتی ہے اور خاندان میں ہی شادی کرنے سے اخلاقی اور علمی طرزیں نسل در نسل منتقل ہوتی ہیں — ایسے خاندان کو پیوند نہیں لگتا۔

پیغمبران کرام علیہم السلام کے حالات پر نظر ڈالیں تو نبوت کا سلسلہ نسل در نسل منتقل ہوا۔ ہر نبی — نبوت کا تسلسل ہے۔ ان کے اندر اپنے اسلاف (پیغمبری سلسلے) کا علم یعنی اللہ کی منتخب کردہ پاکیزہ نفوس ہستیوں کا رنگ شامل ہے۔ قرآن کریم میں ارشاد ہے،

”سارے نبی مسلم (فرماں بردار) تھے۔“

(المآئدۃ : ۴۴)

یعنی انبیا کرام علیہم السلام کی وراثت جس کو رنگ اور طرزِ فکر کہہ سکتے ہیں، وہ ایک ہے۔

قرآن کریم میں ابو الانبیا حضرت ابراہیمؑ کی دعا پڑھئے۔ جب اپنے بیٹے حضرت اسماعیلؑ کے ساتھ خانہ کعبہ کی بنیادیں استوار کرتے ہوئے انہوں نے اللہ کے حضور عرض کیا،

”اے ہمارے رب! ان میں انہی میں سے ایک رسولؐ مبعوث فرما جو ان پر تیری آیتیں تلاوت فرمائے اور انہیں کتاب اور حکمت کی تعلیم دے اور ان کو پاک صاف کر دے۔ بے شک تو ہی غالب حکمت والا ہے۔“

(البقرۃ : ۱۲۹)

یہ دعا خاتم النبیین حضرت محمدؐ کی بعثت کی صورت میں قبول ہوئی۔ آپؐ حضرت ابراہیمؑ کے بیٹے حضرت اسماعیلؑ کی اولاد میں سے ہیں۔

خالقِ کائنات اللہ نے اپنے محبوب بندے آخری نبی حضرت محمدؐ سے فرمایا،

”اے نبیؐ! جو کچھ تم کو کہا جارہا ہے، اس میں کچھ بھی نیا نہیں۔ یہ وہی ہے جو تم سے پہلے پیغمبروں کو کہا جاچکا ہے۔“ (حٰمٓ السجدۃ: ۴۳)

رنگوں کو قبول اور نظر انداز کرنے کا اختیار ہر فرد کو ہے۔ کاروباری ذہن رکھنے والے شخص کا بیٹا بھی کاروبار کرتا ہے اور ڈاکٹر کے بچوں کا رجحان ابتدا سے ڈاکٹری کی طرف ہوتا ہے۔ بیوروکریٹ کا بچہ بیوروکریسی کو ترجیح دیتا ہے۔ ایسا کم ہوتا ہے کہ ان میں سے کوئی والد کے نقشِ قدم پر چلنے کی بجائے پیشہ ورانہ امور کے اعتبار سے الگ راستہ اختیار کرے۔ بہر حال ہر پیشے سے منسلک افراد کے علم کا رنگ ماحول اور تربیت کے ذریعے اولاد کو منتقل ہوتا ہے۔

رنگ مزاج بن جاتا ہے۔ کاروباری ذہن ہر شے کو اسی پیمانے میں دیکھتا ہے۔ کاروبار کرنا طرزِ فکر ہے جو ایک خاص رنگ کو ظاہر کرتی ہے۔ باطنی علوم کے ماہرین فرماتے ہیں،

”اگر ہمارے اندر زرد رنگ کی زیادتی ہو اور ہمارے نسمہ میں پیلا رنگ اعتدال سے زیادہ ہو جائے تو ذہن کاروباری ہو جاتا ہے۔“

اسی طرح مختلف رنگوں کی شخصیات اپنے شعبوں کے رنگ کو ظاہر کرتی ہیں۔

اگر ہم رنگوں کی سائنس سے واقف ہو کر ان کو استعمال کرنا سیکھ لیں تو اپنے جین میں سے ان رنگوں کو غالب یا مغلوب کر سکتے ہیں جو اسلاف سے منتقل ہوئے اور ہمارے اسلاف کو ان سے نقصان پہنچا۔

کامیابی رنگ میں مخفی ہے اور ناکامی کی وجہ بھی رنگ ہیں۔ مزاج اندر کے رنگ کو ظاہر کرتا ہے۔ جب ہم خود کو الجھا ہوا محسوس کرتے ہیں تو اس رنگ کو چھوڑ کر دوسرا رنگ اختیار کرنا چاہیے۔ ناخوشی ایک طرح کی تنبیہ ہے کہ اندر میں رنگوں کی ترتیب میں توازن نہیں رہا۔

رنگوں کی دنیا پر تفکر کیجیے، ان کی بولی سیکھیے اور رنگوں کی کمی بیشی کو رنگوں سے پورا کرنے کی صلاحیت سے واقف ہو جایئے۔

رنگ و نور کے خالق اللہ کا ارشاد ہے،

”اور یہ جو بہت سی رنگ برنگ کی چیزیں اس نے تمہارے لئے زمین میں پیدا کی ہیں، ان میں غور و فکر کرنے والوں کے لئے نشانی ہے۔“ (النحل: ۱۳)

زیر سرپرستی

اللہ کے دوست حضرت خواجہ شمس الدین عظیمی

عظیمیہ روحانی لائبریری

برائے خواتین

روحانی علوم کے متلاشی خواتین و حضرات، راہِ سلوک کے مسافر اور ـــــ روحانی سائنس میں دلچسپی رکھنے والے طالبات وطلبہ کے لئے عظیمی صاحب کی کُتب اور تصوف کی دیگر کتابیں مطالعہ کے لئے موجود ہیں۔

مکان نمبر 65 بلاک A-2، پنجاب ہاؤسنگ سوسائٹی

نزد جوہر ٹاؤن، لاہور۔ فون نمبر: 042-35185142

یہ تمہارا ترک ہے

اُون کے لبادے اوڑھ لینا، جَو کی روٹی کھالینا، عالی شان مکانوں سے منہ موڑ کر جنگلوں میں نکل جانا ترکِ دنیا نہیں ہے۔ ترکِ دنیا یہ ہے کہ لذیذ ترین اشیا بھی کھاؤ تو جَو کی روٹی کا ذائقہ ملے۔ اَطلس و دیبا اور حریر بھی پہنو تو ٹاٹ کا لباس محسوس ہو۔ گنجان بازاروں اور خوب صورت محلات کے درمیان سے بھی گزرو تو بیاباں نظر آئے۔

رمضان المبارک تغیر کے ترک اور حقیقت کے اثبات کا پروگرام ہے جس میں تسلسل سے روزے رکھنے سے کم کھانے، کم بولنے اور کم سونے کی ترغیب ملتی ہے، ذہن خمیر کی گرفت سے آزاد ہوتا ہے اور احساس صعود کی جانب سفر کرتا ہے۔ تغیر کے ترک کا مطلب یہ نہیں کہ عمر ایک دور سے دوسرے دور اور دن رات اور رات دن میں داخل نہ ہو— یہ ازل سے شروع ہونے والے سفر کو ابد تک جاری رکھنے کا نظامِ تسلسل ہے۔ ترک یہ ہے کہ تغیر* کو ثانوی حیثیت دی جائے اور اندر میں حرکت کے نظام پر توجہ مرکوز کر کے حرکت کی اصل (ماخذ) کو تلاش کیا جائے۔

روزے کے آداب پر عمل کرنے سے آدمی کے اندر زمین کا خمیر مغلوب ہوتا ہے۔ ہماری غذا میں کوئی شے ایسی نہیں جس کی نشوونما میں کھاد کا عمل دخل نہ ہو— اسی طرح مخلوق کی پیدائش جس مادے سے ہوئی ہے، وہ بدبو اور تعفن ہے۔ تعفن کی مقدار ظاہر ہونے سے شے پھولتی ہے اور پھولنا خمیر کی صفت ہے۔

رمضان المبارک میں کھانے، بولنے اور نیند کی مقدار کم کرنے سے جسمانی تقاضے موجود رہتے ہیں لیکن ان میں اعتدال قائم ہو جاتا ہے جس سے اعصاب قوی اور قوتِ ارادی مضبوط ہوتی ہے۔ نتیجے میں مٹی کا جسم (لباس) اندر موجود دیگر پرتوں* کی حرکت کو ارادی طور پر

* تغیر ٹوٹ پھوٹ ہے اور ٹوٹ پھوٹ سے گزرنے والی ہر شے ثانوی ہے۔ * پرتوں (لباس)

بیدار کرنے میں رکاوٹ نہیں بنتا۔

اللہ تعالیٰ نے ہر امت پر روزہ فرض کیا ہے۔

قرآن کریم میں ارشاد ہے،

"ایمان والو! تم پر روزے فرض کئے گئے جس طرح تم سے پہلے کے لوگوں پر فرض کئے گئے تھے تا کہ تم متقی بن جاؤ۔"

(البقرۃ : ۱۸۳)

حضرت موسیٰؑ پر نازل کتاب توریت میں بیان ہے کہ اللہ تعالیٰ نے احکامات نازل کرنے کے لئے انہیں 40 یوم روزہ رکھنے کا حکم دیا۔

حضرت یونسؑ پر نازل صحیفے میں لکھا ہے،

" یوناہ (یونس) شہر میں داخل ہوا اور ایک دن کی راہ چلا۔ اس نے منادی کی اور کہا کہ چالیس روز کے بعد نینوا برباد کیا جائے گا۔ تب نینوا کے باشندوں نے خدا پر ایمان لا کر روزے کی منادی کی اور ادنیٰ و اعلیٰ سب نے ٹاٹ اوڑھا۔"

(یوناہ : باب ۳، آیات : ۵، ۴)

حضرت عیسیٰؑ فرماتے ہیں،

"جب تم روزہ رکھو تو ریاکاروں کی طرح اپنی صورت اداس نہ بناؤ کیوں کہ وہ اپنا منہ بگاڑتے ہیں تا کہ لوگ انہیں روزہ دار جانیں۔ میں تم سے سچ کہتا ہوں کہ وہ اپنا اجر پا چکے۔ جب تم روزہ رکھو تو اپنے سر میں تیل ڈال لو اور منہ دھو لو تا کہ آدمی نہیں، تمہارا بنانے والا جو مخفی ہے، تمہیں روزہ دار جانے۔ اس صورت میں تمہارا بنانے والا تمہیں بدلہ دے گا۔"

(انجیل متی : باب ۶، آیات : ۱۶۔۱۸)

خاتم النبیین حضرت محمدؐ نے روزے کو جسم کی زکوٰۃ فرمایا ہے۔ آپؐ ماہِ رمضان میں روزوں کے علاوہ ہر مہینے کی 13 ، 14 اور 15 تاریخ کو روزہ رکھتے تھے۔ رمضان المبارک کی فضیلت کے حوالے سے نبی کریمؐ کا ارشاد گرامی ہے،

"رمضان کا پہلا عشرہ رحمت ، دوسرا مغفرت اور آخری عشرہ دوزخ سے نجات کا ہے۔ جو شخص اس مہینے میں اپنے ماتحتوں اور دوسرے لوگوں کا خیال رکھے ، اللہ تعالیٰ اس کی مغفرت فرماتے ہیں۔"

انبیاء کرام علیہم السلام کے روحانی علوم کے وارث اولیاء اللہ نے بھی روزے کے آداب کی تعمیل کی اور یہی تعلیم عقیدت مندوں کو دی۔ روزے کو پورے آداب کے ساتھ رکھنے سے اس کا دائرہ زندگی پر محیط ہو جاتا ہے۔

اللہ کے دوستوں میں ایک شہنشاہ ہفت اقلیم بابا تاج الدین ناگپوریؒ ہیں۔ ان کے شب و روز روزے کے آداب کی تصویر ہیں۔ چھ سال کی عمر میں مدرسے میں داخل ہوئے۔

ایک روز اس دور کے ایک ولی حضرت عبد اللہ شاہ قادریؒ مدرسہ آئے اور بابا تاج الدینؒ کے استاد سے فرمایا، انہیں کیا پڑھاتے ہو— یہ تو صاحبِ علم لدنّی ہیں۔

پھر بابا تاج الدینؒ سے فرمایا،

''کم کھاؤ، کم بولو، کم سوؤ اور قرآن کریم کی تلاوت کرو۔''

روزہ ظاہر و باطن کی پاکیزگی ہے۔ اولیاء اللہ سالکین کے ذہن کو اللہ کی طرف متوجہ کرکے کثافت کو مغلوب کرتے ہیں تاکہ لطافت غالب ہو۔ بابا تاج الدینؒ اپنے بارے میں فرماتے تھے،

''تاج الدین کے پاس صابن بہت ہے۔''

بابا تاج الدینؒ نے اپنے نواسے ابدالِ حق قلندر بابا اولیاؒ کی تربیت فرمائی۔ قلندر باباؒ نے علی گڑھ مسلم یونیورسٹی میں تعلیم کے دوران نو سال اپنے ناناؒ کے پاس قیام کیا۔ ناناؒ سے نسبت اور روحانی تعلیم کے بارے میں فرماتے ہیں،

؎ یہ آپ ہی کا تو نواسہ ہے، دریا پی کر جو پیاسا ہے

ابدالِ حق کی گفتگو اسرار و رموز سے پُر ہے۔ کھانے کا وقت مقرر تھا۔ چپاتی بڑی پک جاتی تو فرماتے، کیا زیادہ کھانا کھلا کر پیٹ خراب کرنا ہے؟ روٹی پکنے میں تاخیر ہو جاتی تو مقررہ وقت پر اٹھ جاتے اور فرماتے کہ میں نے کھانا کھا لیا ہے۔ شاگرد رشید عظیمی صاحب فرماتے ہیں کہ حضور بابا صاحبؒ کی نیند دو گھنٹے 45 منٹ تھی، شب و روز مخلوق کی خدمت میں گزرتے تھے۔

آداب کے ساتھ روزہ رکھنے سے روحانی ترقی حاصل ہوتی ہے۔ ابدالِ حق فرماتے ہیں،

''زہد کا جذبہ جتنا مستحکم ہوگا — لاشعور سے تعلق اتنا ہی قوی ہوگا۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ روزہ میرے لئے ہے۔ اللہ کے لئے تقویٰ اختیار کرنا لاشعور کو طاقت دیتا ہے۔ آپ جتنا تقویٰ اختیار کریں گے، لاشعور اتنا ہی قوی بنے گا۔ یہ روحانی لوگوں کا مسلک ہے جو زہد پر عمل پیرا ہیں۔ تقویٰ کے بغیر انسان کا پلڑا خالی رہتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کی طرف سے اس چھوٹے سے جملے میں کہ روزہ میرے لئے ہے، تقویٰ کی ہدایت کی گئی ہے۔ روحانی لوگ تقویٰ پر عمل پیرا ہو کر روحانی توانائی حاصل کرتے ہیں۔''

(کتاب: قدرت کی اسپیس)

روزے میں کم کھانے کی حکمت سمجھنے کے لئے حضرت ابو الحسن سید علی ہجویری المعروف داتا گنج بخشؒ کی تحریر سے اقتباس پڑھئے۔

”بھوک جسم کے لئے بلا ہے مگر دل کے لئے جِلا ہے۔ جب باطن بقا سے ہم کنار ہو کر جسم مصفّا ہو جائے اور دل پُرنور ہو تو کیا نقصان؟ شکم سیر ہو کر کھانے میں کوئی بلا نہیں ہے۔ اس میں بلا ہوتی تو جانور شکم سیر ہو کر نہ کھاتے۔ معلوم ہوا کہ شکم سیر ہو کر کھانا جانوروں کا کھانا ہے اور بھوکا رہنا جانوں کا علاج — اور یہ کہ بھوک میں باطن کی تعمیر اور شکم سیری میں پیٹ کی تعمیر ہے۔ جو شخص باطن کی تعمیر میں کوشاں رہتا ہے وہ اللہ تعالیٰ کے لئے خاص ہے اور علائقِ دنیا سے یکسو ہو جاتا ہے۔ بھلا وہ شخص اُس شخص کے برابر کیسے ہو سکتا ہے جس کی زندگی بدن کی تعمیر اور جسم و خواہش کی خدمت میں گزرتی ہو؟ ایک کے لئے ساری دنیا کھانے کے لئے چاہئے اور دوسرے کے لئے کھانا عبادت کے لئے۔“

(کتاب: کشف المحجوب)

آدمی روزے میں کھانے پینے سے گریز کرے لیکن رزقِ حلال کا خیال نہ ہو، گفتگو میں جھوٹ اور مبالغہ آرائی ہو، مخلوقات کی مدد کا جذبہ نہ ہو، بھوک پیاس کا اظہار چڑچڑے پن، غصے اور بدزبانی سے ہو، نماز میں یکسوئی نہ ہو، زیادہ وقت سو کر گزرے اور افطار میں اعتدال نہ ہو تو آداب پورے نہیں ہوتے۔ آداب کا خیال رکھنے سے بندہ روزے کے اعلیٰ درجے میں داخل ہوتا ہے جسے دل کا روزہ کہتے ہیں۔

خواجہ نظام الدین اولیاؒ دنیا سے پردہ فرما چکے تھے۔ ایک مرید سے خواب میں فرمایا،

”دل کا روزہ رکھو۔“

مرید کی سمجھ میں نہیں آیا کہ دل کا روزہ کسے کہتے ہیں۔ پیر و مرشد کے جانشین حضرت نصیر الدین چراغ دہلویؒ سے خواب بیان کیا۔

حضرت نصیر الدین چراغ دہلویؒ نے فرمایا،

”پیر و مرشد نے تمہیں مراقبہ کا حکم دیا ہے۔“

مراقبہ یکسوئی اختیار کر کے اندر کی دنیا میں داخل ہونے کی مشق ہے۔ ذہن کے ایک خیال میں یکسو ہونے کو مراقبہ کہتے ہیں۔ اولیاء اللہ فرماتے ہیں کہ ہر حال و قال میں اس احساس کو غالب رکھا جائے کہ اللہ مجھے دیکھ رہا ہے۔ اس سے تغیر یعنی دوری کا ترک ہوتا ہے۔

حضرت عبدالعزیز مدراسیؒ، بابا تاج الدین ناگپوریؒ کے مرید تھے۔ وہ فرماتے ہیں کہ میں اکثر بابا تاج الدینؒ کی خدمت میں میلاد شریف پڑھتا تھا۔ایک دن بابا صاحبؒ نے کہا، ”کتاب لا۔“ میں کتاب لے کر بابا صاحبؒ کے پاس پہنچا تو انہوں نے ایک صفحہ کھول کر بطور نشانی لکڑی کی سیک اس پر رکھ دی اور فرمایا،

”یہ تمہارا ترک ہے۔“

یہ الفاظ سنتے ہی میرے دل کی دنیا زیروزبر ہوگئی۔ مجھے دنیا اور دنیا کے معاملات ہیچ دکھائی دینے لگے۔ میرے ذہن میں ترکِ دنیا کا خیال آیا اور میں نے ارادہ کرلیا کہ سب کچھ چھوڑ کر گوشہ نشین ہوجاؤں گا۔ یہ خیالات ہر وقت میرے ذہن میں گشت کرنے لگے۔

چند دن بعد بابا تاج الدینؒ نے دوبارہ کتاب طلب کی اور اس پر تحریر فرمایا،

”چالیس، پچاس، ساٹھ، ستر۔“

اور کتاب مجھے دیتے ہوئے فرمایا،

”ترک کو سمجھو۔“

اگلے روز بابا صاحبؒ نے اپنے روحانی تصرف سے مجھے سمجھایا کہ ترک کیا ہے اور میں سمجھ گیا کہ ترک دنیا کو چھوڑ دینے کا نام نہیں بلکہ ان خیالات سے نجات حاصل کرنے کا نام ہے جو اللہ تعالیٰ سے قرب کی راہ میں رکاوٹ بنتے ہیں۔ میرے دل سے فوراً دنیا کو چھوڑنے کا خیال ختم ہوگیا اور میں بابا صاحبؒ کی اجازت سے اپنے وطن رائے پور چلا گیا۔

ایک واقعہ حضرت جنید بغدادیؒ کا ہے جب ایک شاگرد نے سوال کیا کہ ترکِ دنیا کیا ہے؟

حضرت جنیدؒ نے جواب دیا، دنیا میں رہتے ہوئے آدمی کو دنیا نظر نہ آنا۔

شاگرد نے پوچھا، یہ کس طرح ممکن ہے؟

حضرت جنیدؒ نے مسکرا کر جواب دیا، میں جب تمہاری عمر کا تھا، میں نے اپنے پیر و مرشد سے یہی سوال کیا تھا تو انہوں نے جواب دیا......

آؤ! بغداد کے سب سے مشہور بازار کی سیر کریں۔ چناں چہ میں اور شیخ بغداد کے مصروف ترین بازار کی طرف نکل گئے۔ جیسے ہی ہم بازار کے صدر دروازے میں داخل ہوئے، میں نے دیکھا کہ میں اور میرے شیخ ایک ویرانے میں کھڑے ہیں۔ حدِّ نظر تک ریت کے ٹیلوں اور

بگولوں کے سوا کچھ نہیں تھا۔

میں نے حیرت سے کہا، شیخ! یہاں بازار تو نظر نہیں آرہا؟

شیخ نے شفقت سے میرے سر پر ہاتھ رکھا،

"جنید! یہی ترکِ دنیا ہے کہ آدمی کو دنیا نظر نہ آئے۔ اُون کے لبادے اوڑھ لینا، جَو کی روٹی کھالینا، عالی شان مکانوں سے منہ موڑ کر جنگلوں میں نکل جانا ترکِ دنیا نہیں ہے۔ ترکِ دنیا یہ ہے کہ لذیذ ترین اشیا بھی کھاؤ تو جَو کی روٹی کا ذائقہ ملے۔ اَطلس و دیبا اور حریر* بھی پہنو تو ٹاٹ کا لباس محسوس ہو۔ گنجان بازاروں اور خوب صورت محلات کے درمیان سے بھی گزرو تو بیاباں نظر آئے۔ لیکن جنید! یہ سب باتیں پڑھنے سے اور دوسروں کو سمجھانے سے اس وقت تک سمجھ میں نہیں آئیں گی جب تک تم ترکِ دنیا کے تجربے سے نہ گزرو۔ آؤ اب گھر چلتے ہیں۔ پھر جیسے ہی ہم اس ہولناک ویرانے سے گھر کے لئے روانہ ہوئے، ہم بغداد کے اس بارونق بازار کے صدر دروازے پر کھڑے تھے۔" (کتاب: قلندر شعور)

کتاب "ایک سو ایک اولیاء اللہ خواتین" میں دسویں صدی عیسوی کے بزرگ شیخ ابو عبداللہ محمد ابنِ خفیفؒ کی والدہ کا تذکرہ ہے جو حضرت اُمِّ محمدؒ کے نام سے معروف ہیں۔ شیخ محمد ابنِ خفیفؒ رمضان المبارک کے آخری عشرے میں شب بیداری کرتے اور عبادت میں مشغول رہتے تھے۔

رمضان المبارک کا مہینہ تھا۔ حضرت اُمِّ محمدؒ گھر کے ایک حصے میں معتکف* تھیں۔ دفعتاً "شبِ قدر" کے انوار و تجلیات ان پر ظاہر ہوئے۔ بیٹے کو آواز دی،

"اے محمد! جو تم وہاں طلب کر رہے ہو، یہاں موجود ہے۔"

وہ تجلیاتِ الٰہی سے معمور کمرے میں داخل ہوئے اور والدہ کے قدموں میں گر گئے۔

محترم عظیمی صاحب فرماتے ہیں،

"رمضان المبارک میں فی الواقع صحیح معنوں میں کوشش کی جائے تو رسول اللہ ؐ کے ارشاد کے مطابق مومن کو 'مرتبۂ احسان' حاصل ہو جاتا ہے۔"

---

* حریر (ریشمی کپڑا) * معتکف (اعتکاف میں بیٹھنا)

خورشید احمد

حرکت اور تخلیق

ایک تسلسل ہے جو حرکت کو حرکت سے ملاتا ہے اور تصویروں کو فلم بنا کر رواں دکھاتا ہے۔ حرکت کی ٹائم لائن چلنے سے فلم میں تصاویر متحرک نظر آتی ہیں۔

محقق کہتے ہیں کہ کائنات کی ابتدا ایک دھماکے سے ہوئی جسے وہ بگ بینگ کا نام دیتے ہیں۔ اس کے بعد کائنات پھیلنا شروع ہوئی اور اب تک پھیل رہی ہے۔ تخلیق اور حرکت کے اس میکانزم پر محققین کا خیال ہے کہ حرکت اور تخلیق ایک ہیں، تخلیق مادی ہے اور مادہ حرکت پذیر ہے یعنی حرکت matter سے منسوب ہے۔

تخلیق اور حرکت کے نظام میں باریک نکتہ یہ ہے کہ تخلیق ہونا حرکت کا مظاہرہ ہے لیکن یہ مظاہرہ خالقِ کائنات اللہ کی طرف سے ہے اس لئے وسائل کے بغیر وجود میں آیا ہے۔ دوسرے مرحلے پر تخلیق کے اندر حرکت ظاہر ہوتی ہے، اس کے لئے وسائل درکار ہیں کیوں کہ مخلوق پیدائش و موت اور زندگی کے تقاضے پورے کرنے کے لئے خالق کی محتاج ہے۔

"اللہ کا امر یہ ہے کہ جب وہ شے کو ظاہر کرنے کا ارادہ کرتا ہے تو کہتا ہے کہ ہو جا، وہ ہو جاتی ہے۔" (یٰسٓ : ۸۲)

غور سے پڑھئے۔ کُن حرکت ہے جس کی خبر مخلوق کو نہیں ہے۔ ایک حکم یعنی حرکت سے تخلیق کا مظاہرہ ہوا — اس سطح پر مظاہرے (تخلیق) کو اپنے ہونے کا ادراک نہیں ہے۔ حرکت داخل کرنے کے لئے خالقِ کائنات اللہ نے "الست بربکم" فرمایا۔ اس مقام سے مخلوق کو اپنے ہونے یعنی کُن کے نظام کا علم ہوا۔

خلاصہ یہ ہے کہ خالقِ کائنات اللہ وسائل کے بغیر تخلیق کرتا ہے جب کہ مخلوق (تخلیق) حرکت کے لئے خالق کی محتاج ہے۔ بالفاظِ دیگر مخلوق اور حرکت ایک نہیں ہیں۔ ایک ہونے کا مطلب ہے کہ حرکت کا محرک خود مخلوق ہے

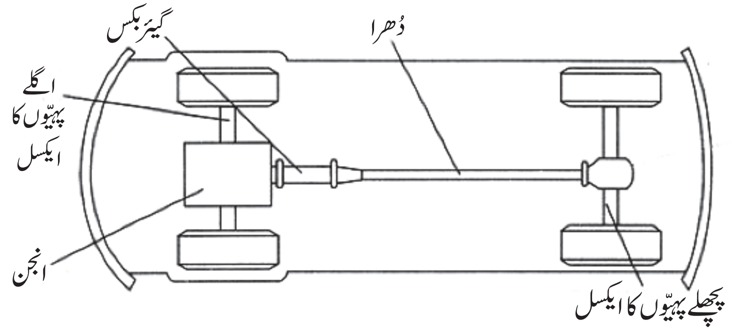

جب کہ تخلیقات اپنے ادراک کے لئے غیب سے ہونے والی حرکت کی پابند ہیں۔

کائنات اور موجودات وسائل کے بغیر تخلیق ہوئیں، تخلیق ہونے کے بعد ان میں حرکت نمودار ہوئی۔ یہ اللہ کا وصف اور اللہ کی قدرت ہے کہ وہ ہر شے کی تخلیق میں خود مختار ہے۔ تخلیق میں روح یا توانائی منتقل کی جاتی ہے تو یہ مخلوق میں حرکت کا وصف منتقل ہونا ہے۔

نظام یہ ہے کہ پہلے جسم بنتا ہے پھر حرکت منتقل ہوتی ہے۔ جسم کی تخلیق میں مادے کا پھیلنا اور سمٹنا اپنی جگہ حرکت کا مظاہرہ ہے لیکن اس میں مخلوق کا عمل دخل نہیں ہے۔ اسپرم جب ریڑھ کی ہڈی، گردن، ہاتھ، پیر، کان، آنکھ، ناک وغیرہ کی شکل اختیار کرتا ہے تو یہ مخلوق کے ارادے سے بالاتر ہے۔ جب قدرت مخلوق کے جسم میں، چاہے مٹی کا جسم ہو، گیس یا روشنی کا ہو، حرکت منتقل کرتی ہے تو یہاں سے مخلوق کا اختیار زیرِ بحث آتا ہے۔

تخلیق اور تخلیق میں حرکت سے کائنات کے دو رخ ظاہر ہوتے ہیں۔ ایک رخ میں وسائل زیرِ بحث نہیں آتے۔ یہ رخ خالق کے امر سے منسوب ہے۔ دوسرے رخ کا مظاہرہ وسائل کا پابند ہے — یہ رخ مخلوق سے منسوب ہے۔

حرکت اور تخلیق کے رشتے کو سمجھنے کے لئے چہار سو مثالیں موجود ہیں۔ بچوں کے کھلونوں سے بات شروع کریں تو ایک گڑیا پلاسٹک کی ہے۔ دوسری گڑیا ربڑ کی ہے جس میں بٹن لگا ہوا ہے۔ گڑیاں موجود ہیں مگر دونوں حرکت کی محتاج ہیں۔ ان کی بناوٹ اپنی جگہ حرکت کا مظاہرہ ہے لیکن یہ ان کی ذاتی حرکت نہیں ہے۔ ذاتی حیثیت میں دونوں گڑیاں بے جان پُتلا ہیں اور محرک کی پابند ہیں۔

بٹن والی گڑیا بیٹری میں موجود توانائی (بجلی) سے چلتی ہے اور پلاسٹک کی گڑیا کے اندر ہماری توانائی منتقل ہوتی ہے۔ ہمارے حرکت دینے پر اس کا ہاتھ ہلتا ہے، ہم بٹھاتے ہیں تو بیٹھتی ہے، ایک پیر آگے بڑھاتے ہیں پھر دوسرا — وہ چلتی ہے۔ وہ نہیں چلتی، ہم اسے چلاتے ہیں۔ یہ کام روبوٹ میں بجلی انجام دیتی ہے۔ مثالیں دو لیکن بات ایک ہے۔ ایسے میں ہماری حیثیت کیا ہوئی؟

تحقیق و تلاش نے اشیا کو جاندار اور بے جان میں تقسیم کیا ہے۔ ان کے مطابق آدمی جاندار جب کہ پلاسٹک اور لکڑی بے جان ہیں۔

قارئین کرام! مضمون میں حرکت اور تخلیق کی جتنی مثالیں دی گئی ہیں، ان کی روشنی میں مخلوقات کس درجے میں آتی ہیں—؟

تخلیق حرکت پر خود مختار نہیں ہے۔ وہ حواس سے واقف ہونے اور انہیں استعمال کرنے کے لئے محرک کی محتاج ہے۔ ہم اپنی مرضی سے پیدا ہوتے ہیں نہ اپنے ارادے سے مرتے ہیں۔ خط و خال، قد کاٹھ اور رنگ روپ کیسا ہو، اس پر ہمارا اختیار نہیں۔ قدرت نے جو روپ عطا کیا ہے، اس کے ساتھ زندگی گزارنی ہے۔ آدمی جب فطرت کے عطا کردہ روپ پر قائم رہتا ہے تو کشش کی لہریں اسے پُرکشش بنا دیتی ہیں بصورتِ دیگر چہرہ روکھا ہو جاتا ہے اور نقوش میں کرختگی آجاتی ہے۔

آج سائنس و ٹیکنالوجی اس سطح پر ہے کہ پلاسٹک سرجری کے ذریعے خط و خال میں تبدیلی کی جارہی ہے اور ضروری نہیں کہ سرجری کے بعد فرد ویسا نظر آئے جیسا خود کو دیکھنا چاہتا ہے۔ خود کو بااختیار سمجھنے والا آدمی یہاں پر بھی بے اختیار ہے۔ پلاسٹک سرجری کا نتیجہ دیکھنے میں اچھا ہو یا برا، بالآخر نقصان ہوتا ہے کیوں کہ یہ قدرت کے نظام میں مداخلت ہے۔

تخلیق اور حرکت کی ایک مثال سواری ہے۔ زمینی، ہوائی اور بحری سفر کے لئے مختلف ذرائع استعمال ہوتے ہیں جن کے الگ الگ نام ہیں۔ ان میں ایک موٹر کار ہے۔ ہر گاڑی کی طرح اس کے پہیّے لوہے کے پائپوں کے ذریعے آپس میں منسلک ہوتے ہیں۔ اگلے پہیّے گھومتے ہیں تو پچھلے پہیّے ان کے ساتھ گھوم کر گاڑی کو دھکیلتے ہیں۔ بنیادی طور پر تحریک اگلے پہیّوں کو دی جاتی ہے لیکن پائپوں سے منسلک ہونے کی وجہ

سے پچھلے پہیّے اگلے پہیّوں کی پیروی کرتے ہیں۔ چاروں پہیّوں کو انجن سے حرکت ملتی ہے اور انجن کو چلنے کے لئے توانائی چاہئے۔

ہر گاڑی ایندھن کی محتاج ہے۔ ایندھن کو جلانے کے لئے گاڑی میں چنگاری پیدا کی جاتی ہے جس کے بعد ایندھن جل کر گاڑی کو آگے بڑھاتا ہے۔ کئی دفعہ ایسا ہوتا ہے کہ آدمی موٹر سائیکل کو کِک مار کر حرارت کے نظام کو بیدار کرنے کی کوشش کرتا ہے لیکن موٹر سائیکل ٹس سے مس نہیں ہوتی۔ کوئی کہتا ہے کہ پلگ چیک کرو۔ پتہ چلتا ہے، پلگ میں کچرا آ گیا ہے۔ کچرا نکال دیا جائے تو انجن اور توانائی یک جان ہوتے ہی گاڑی حرکت میں آجاتی ہے۔

موٹر سائیکل جسمانی طور پر سالم اور ایندھن سے بھری ہوئی تھی لیکن ابتدا میں دھکّا لگنے سے نہیں چلی — کیوں کہ اس میں چنگاری پیدا نہیں ہوئی تھی۔ چنگاری کے ظاہر ہونے میں رکاوٹ دور ہوئی تو موٹر سائیکل بیدار ہوگئی۔ گاڑی کے چلنے کے لئے محض پٹرول کافی نہیں ہے۔ پٹرول میں چنگاری پیدا کرنے کے لئے رگڑ (friction) کی ضرورت ہے اور رگڑ کا مطلب جسم اور حرکت کا یکجان ہونا ہے۔

آپ نے مضمون پڑھا۔ آنکھ الفاظ کو دیکھتی ہے، الفاظ کے اندر مفہوم لہروں کی شکل میں کان کے پردے سے ٹکراتا ہے، وہاں سے دماغ کی اسکرین پر منتقل ہو کر تصویریں بناتا ہے، آنکھ ان تصویروں کو دیکھتی ہے۔ دیکھنے اور سننے کا تعلق سمجھ بوجھ سے ہے اور سمجھ بوجھ اعصاب سے منسلک ہے۔ ایک تسلسل ہے جو حرکت کو حرکت سے ملاتا ہے اور تصویروں کو فلم بنا کر رواں دکھاتا ہے — حرکت کی ٹائم لائن چلنے سے فلم میں تصاویر متحرک نظر آتی ہیں۔

مخلوق حرکت کے سوا کچھ نہیں ہے۔ حرکت لباس کے پردے میں ظاہر ہوتی ہے۔ ایک لباس اترتا ہے، حرکت دوسرے لباس میں منتقل ہو جاتی ہے۔ لباس اپنے ہونے کے لئے حرکت کا پابند ہے لیکن حرکت لباس کی پابند نہیں ہے۔ حرکت کا لباس میں رہنا، لباس کے لئے ضروری ہے، حرکت کے لئے لباس ضروری نہیں ہے۔ اس بات کو سمجھنے کے لئے مضمون دوبارہ پڑھئے۔

عرفانہ شہزاد

حاضری کا پروٹوکول

ایک بھائی نے راہ نما سے عرض کیا کہ شک نے نوعِ انسانی کو نگل لیا ہے۔ ہم جس فضا میں سانس لیتے ہیں، اس میں شک کی آمیزش ہے۔ اس سے کیسے محفوظ رہیں؟

آدمی برائی کا شکار ہوتا ہے تو زندگی اِدبار بن جاتی ہے۔ روحانی زندگی ملاوٹ سے آزاد قول و عمل ہے۔ جہاں ملاوٹ ہوتی ہے، ثقل (تعفن) کی گرفت مضبوط ہوتی جاتی ہے۔ آزادی کا راستہ اچھائی ہے۔ اچھائی ثقل کی گرفت کو کمزور کر کے شعور کو لاشعور سے ہم کنار کرتی ہے۔

حال میں زندگی گزارتے ہوئے سابقہ زندگی کا ریکارڈ ساتھ ساتھ چلتا ہے کیوں کہ لمحۂ حاضر کی تعمیر سابقہ ریکارڈ کی تصویر ہے جو یادداشت بن جاتی ہے۔ مثال کے طور پر بے دھیانی میں ہاتھ لگنے سے میز پہ رکھا ہوا گلاس گر کر چکنا چُور ہو جاتا ہے۔ گلاس کو واپس نہیں لا سکتے لیکن آئندہ کے لئے چوکنّا ہو جاتے ہیں۔ اسی طرح شعوری زندگی کے بہت سے اعمال اور افعال ذہنی خلفشار کی وجہ سے انجام پاتے ہیں۔ اس میں جذباتی فیصلے شامل ہیں جن کا خمیازہ بھگتنا پڑتا ہے تاہم غلطیوں کو دہرانے سے گریز کر کے ہم آئندہ کے لئے محتاط ہو جاتے ہیں۔

عادت تکرار اور تجربے سے پختہ ہوتی ہے۔ کوئی عزیز پوچھتا ہے کہ بہت دن بعد آئے تو ہم کہتے ہیں کہ مصروفیت کی وجہ سے وقت نہیں ملا جب کہ اس دوران ہم نے تمام ضروری کام انجام دیے اور جن سے ملنے کا دل چاہا، ان سے ملاقات کی۔ شعور میں جھوٹ کے نقوش بننے سے برائی کی آمیزش ہوتی ہے اور احساس نہیں ہوتا کہ ہم باتوں باتوں میں کس روانی سے غلط بیانی کرتے ہیں — نقوش اندر میں پرنٹ ہوتے ہیں جن کا بوجھ محسوس ہوتا ہے لیکن جھوٹ کو جھوٹ نہ سمجھنے کی وجہ سے اصلاح نہیں ہوتی۔

دوسری طرف اصلاحِ نفس کے طلب گار باریک بینی سے اپنے شب و روز کا جائزہ لیتے ہیں اور اخلاقی نقائص سے دور رہتے ہیں۔

استاد محترم کی تعمیل شاگرد کی زندگی ہے۔ پانچ وقت نماز اور اسباق کی پابندی، قرآن کریم کو ترجمے کے ساتھ سمجھ کر پڑھنا، درودِ خضری اور یاحی یا قیوم کا کثرت سے ورد روز و شب کا حصہ ہے۔ تعمیلِ حکم سے فاصلے سمٹ جاتے ہیں اور حضوری حاصل ہوتی ہے۔

ایک مہینے سے خیال گردش میں تھا کہ خود کو منوانے کی خواہش دور ہو، ذہن کھلے اور میں بزرگ استاد کی تعلیمات کی تصویر بن جاؤں۔ ایک روز مراقبہ میں منظر روشن ہوا۔ دیکھا کہ دیو ہیکل سیاہ ہاتھی کھڑا ہے۔ اس پر سواری کے لئے تازہ پھولوں سے سجی کرسی ہے۔ کوئی کہتا ہے کہ کرسی پر بیٹھ جاؤ۔ مجھے ہاتھی کی موجودگی ناگوار گزری۔ دل بیت اللہ شریف کی زیارت کے لئے بے قرار تھا۔ میں نے اسم "اللہ" پڑھ کر ہاتھی پر ضرب لگائی۔ وہ لڑکھڑایا اور گر کر مٹی کا ڈھیر بن گیا۔ معلوم ہوا کہ یہ پتھر کا ہاتھی تھا، اسم "اللہ" کی ضرب سے گرد کی طرح فضا میں بکھر گیا۔ اب نگاہ کے سامنے بیت اللہ شریف شان و شوکت سے جلوہ گر تھا۔ اللہ کا شکر ادا کیا۔ دل نے کہا کہ ہاتھی کو اسی مقام پر نیست و نابود ہونا چاہئے تھا۔

راہ نما کی توجہ سے سمجھنے میں دیر نہیں لگی کہ طرز فکر کے ٹیڑھ پن سے فرد تصویر کو مسخ شدہ دیکھتا ہے۔ طرز فکر میں کجی ہو لیکن وظائف کی وجہ سے قلب کی دنیا چند لمحوں کے لئے روشن ہو جائے تو فرد جو کچھ دیکھتا ہے، اس کو برداشت کرنے کا ظرف نہیں رکھتا اور منزل پر پہنچنے سے پہلے راستے کے مناظر میں کھو جاتا ہے۔

جن خواتین و حضرات کے پیشِ نظر عرفانِ الٰہی کی بجائے دنیا طلبی ہوتی ہے، وہ خود کو منوانے اور کشف و کرامات میں کھو کر راستہ گم کر دیتے ہیں۔ جب تک طرزِ فکر کی کجی دور نہیں ہوتی، تصوّف کا پہلا حرف اور سبق پردے میں رہتا ہے۔ جیسے دنیاوی تعلیم کے لئے ابجد بنیاد ہیں، تصوّف کی بنیاد اللہ ہے۔

بعض اوقات استاد تربیت سے گزارنے کے لئے شعور سے ماورا مناظر کی جھلک دکھاتا ہے۔

شاگرد کی طرز فکر ناپختہ ہو تو بھٹکنے کا اندیشہ ہوتا ہے، وہ خود کو معتبر تصور کرنے لگتا ہے۔

قرآن کریم میں ارشاد ہے،

"کیا آپؐ نے ان کو نہیں دیکھا جو اپنی پاکیزگی اور ستائش خود کرتے ہیں؟ بلکہ اللہ تعالیٰ جسے چاہے پاکیزہ کرتا ہے۔ کسی ایک پر دھاگے کے برابر ظلم نہ کیا جائے گا۔" (النسآء: ۴۹)

عمل اچھا ہو لیکن مقصد نفی سے گزرے بغیر اثبات ہو تو راستہ کھوٹا ہو جاتا ہے۔

راہ نما نے کسی کے استفسار پر ایک صاحب کے چلے جانے کی وجہ بتائی،

"ان کا مجھ سے یہاں (سینے پر دل کی جگہ تھپتھپاتے ہوئے) کا تعلق نہیں تھا۔"

زندگی کی ہر حرکت فرد کے خیالات کا نقش ہے اس لئے پُرسکون زندگی گزارنے کے لئے ذہنی وسعت اور خیالات کی پاکیزگی ناگزیر ہے۔

خیال لاشعور کی شعور کو اطلاع ہے۔ اطلاع کو ہو بہو قبول کرنے سے فرماں برداری کا راستہ تیزی سے طے ہوتا ہے۔ خالقِ کائنات اللہ تعالیٰ خیال میں خراش پسند نہیں فرماتے اسی لئے ہر نماز میں انعام یافتہ لوگوں کے اختیار کئے ہوئے راستے پر چلنے اور قائم رہنے کی دعا ہے۔

"ہدایت دیجئے صراطِ مستقیم کی۔ ان لوگوں کا راستہ جن پر آپ نے انعام فرمایا۔"

(الفاتحہ: ۵۔۶)

صراطِ مستقیم پر قائم رہنے کے لئے اللہ کی بندگی اور اللہ سے مدد مانگنا ادنیٰ سے اعلیٰ زندگی میں داخل ہونے کا راستہ ہے۔

راہ نما فرماتے ہیں،

"اعلیٰ خیالات کا تعلق انسانی اقدار سے ہے جس کا دوسرا نام عقلِ سلیم ہے۔"

طرز فکر عینک ہے۔ عینک کا شیشہ صاف نہ ہو تو نظر پر دباؤ پڑتا ہے اور مناظر کے درمیان خلا پیدا ہوتا ہے جو کہتا ہے کہ ہر شے دوسری شے سے الگ ہے۔ اسے الگ الگ اشیا کے درمیان مخفی رشتہ نظر نہیں آتا جس نے ہر دو شے میں تعلق قائم رکھا ہے۔ عینک کا شیشہ (طرز فکر) صاف اور روشن ہو تو ـــ؟

اُستاد کی طرز فکر کو قبول کرنے اور اسباق کی پابندی سے باطن کی صفائی ہوتی ہے۔ شاگرد جب اُستاد کا رنگ قبول کرتا ہے تو خاندان اور معاشرے کا رنگ مغلوب ہو جاتا ہے۔ وہ رنگ

جس سے جنت کا لباس اتر گیا اور طرز فکر میں شک اور نافرمانی کا زہر پھیل گیا۔

ایک بھائی نے راہ نما سے عرض کیا کہ شک نے نوعِ انسانی کو نگل لیا ہے۔ ہم جس فضا میں سانس لیتے ہیں، اس میں شک کی آمیزش ہے۔ اس سے کیسے محفوظ رہیں؟

راہ نما نے ان بھائی صاحب سے سوال کیا،

آم کے درخت کے پاس امرود کا درخت ہو گا تو کیا اس کا ذائقہ امرود جیسا ہو گا؟

عرض کیا، نہیں۔

پوچھا، کیا اس کی شکل وصورت، قدو قامت، رنگ اور خواص امرود جیسے ہوں گے؟

عرض کیا، جی نہیں۔

انہوں نے فرمایا، آپ بھی آم کے درخت کی طرح ہو جائیں۔

وہ صاحب یہ تکرار کرتے ہوئے اٹھے،

میں آم کا درخت ہوں۔

میں آم کا درخت ہوں۔

بعد میں ان صاحب نے ہمارے سامنے اپنے دوست سے کہا کہ بھائی! بات یہ ہے کہ آم خود میں اتنا مصروف ہے، اسے کیا خبر کہ برابر میں امرود کا درخت ہے یا انار کا—؟

ان صاحب کا واقعہ سن کر خیال آیا کہ اندر کی کثافت دور کرنا آسان ہے اور مشکل بھی۔ اللہ سے محبت ہے تو آسان ہے، دنیا سے محبت ہے تو مشکل ہے۔ شک، ٹوہ میں رہنا، غیبت، بے حسی، خود غرضی، غصہ، انتقام، وسوسہ، احساسِ برتری اور احساسِ کمتری تعفن ہیں۔ شب و روز ان میں گزرتے ہیں۔ ہمیں ان کی بدبو محسوس کیوں نہیں ہوتی؟

پاکیزہ نفوس خیرِ کثیر کی تلاش میں رہتے ہیں۔ ان سے محبت کی خوش بو آتی ہے۔

بزرگ استاد نے فرمایا،

”میرے مرشد کریم نے مجھے باوضو رہنے کی ہدایت کی تھی۔“

وضو بظاہر جسمانی طہارت ہے لیکن روحانی سائنس میں یہ وجدانی تحریکات کا ماخذ ہے۔ وضو سے فرد کے گرد خاص مقناطیسی میدان تخلیق ہوتا ہے جسے لوگ محسوس کرتے ہیں۔ باوضو رہنے سے اخلاقی اور ذہنی بیماریاں دور ہوتی ہیں۔ وضو کو نماز تک محدود نہ کریں، یہ اللہ کے حضور حاضری کا پروٹوکول ہے۔

آج ہر فرد مسائلستان بنا ہوا ہے کیوں کہ وہ ظاہری و باطنی پاکیزگی جس کا دوسرا نام سکون و مسرت ہے، سے دور ہو گیا ہے۔ دروازے اور کھڑکیاں بند ہوں تو چور اندر نہیں آسکتا۔ ہم اسے اندر آنے کا موقع دیتے ہیں اور پھر سکون چوری ہونے پر مظلوم بن جاتے ہیں۔

ایک بہن نے اپنا واقعہ سنایا۔

ان کی زبانی سنئے۔

بزرگ دوست نے مجھ سے پوچھا کہ دوسرے عالم میں آپ مجھے کیسے پہچانیں گی؟

میں نے عرض کیا، حضور! وہ تو بہت بڑا عالم ہے۔ میں آپ کو وہاں کیسے پہچان سکتی ہوں، آپ مجھے پہچان لیجئے گا۔ وہ مسکرائے۔

خاتون کہتی ہیں کہ میں سوال کی روح تک نہیں پہنچی۔ بعد میں غور کرنے پر ادراک ہوا کہ راہ نما نے میری توجہ نورِ بصیرت حاصل کرنے کی طرف مبذول کروائی تھی۔ جب تک نور کا مشاہدہ نہیں ہوتا، آدمی اس دنیا میں بھی اندھا ہے اور دوسری دنیا میں بھی اندھا رہتا ہے۔

علمِ روحانیت کا شاگرد بیداری کی حالت میں

ابدالِ حق نے فرمایا

گُرو جو کہے، وہ کرو۔ گُرو جو کرتا ہے، اس کی نقل نہ کرو۔ گُرو جو کہے، گُرو کے ذہن سے سمجھو، اپنا ذہن استعمال نہ کرو۔ کبھی بھی شیخ کی نقل نہ کرنا۔ تمہیں نہیں پتہ وہ کہاں ہے۔ تم یہاں دیکھ رہے ہو اور وہ کہاں سے یہاں کیا کر رہا ہے۔ اس کے بارے میں تمہیں کچھ علم نہیں ہے۔ تمہارا کام ہے تعمیلِ حکم۔ جو وہ کہہ دے، وہ کرو۔

سکون سے آشنا ہو جائے تو خارج میں نظر آنے والی تحریکات سے ذہن ہٹتے ہی استاد کی نسبت سے قلبی تحریکات کا وقوف ہوتا ہے۔ محبت جب سُرور بنتی ہے تو استاد کی زندگی، شاگرد کی زندگی بن جاتی ہے۔ درسِ مکتب یہ ہے کہ شاگرد وہ ہے جو استاد کے نقشِ قدم پر چلتا ہے، اس کا عکس بن جاتا ہے۔

کسی شخص نے ابدالِ حق قلندر بابا اولیاؒ سے شاگردِ رشید کی شکایت کی۔ انہوں نے فرمایا،

"یہ کام میں نہیں کر سکتا تو خواجہ صاحب کیسے کر سکتے ہیں؟"

ہوا یہ کہ اُستاد نے شاگرد کے اندر اپنی تصویر روشن دیکھی تو گواہی دے دی۔

لیلۃ القدر

کائنات ایک نقطہ ہے اور یہی نقطہ مختلف حرکات میں سفر کرتا ہے۔ ان نقطوں کی ٹوٹ پھوٹ یا تکرار سے دوسرے بے شمار نقطے وجود میں آتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے اس کائنات کو ایک میکانزم پر تخلیق کیا ہے۔ یہ میکانزم بہت سے سیاہ نقطوں سے بنا ہے۔ نقطوں کی گردش دہری ہوتی ہے۔ یہ دہری حرکت ہر سمت میں واقع ہوتی ہے۔ سیاہ نقطہ (زمان) پہنائی اور گہرائی کی سمتوں میں پے در پے متحرک رہتا ہے اور ایک جگہ سے دوسری جگہ تکرار کرتا رہتا ہے۔ نقطہ کی تکرار کی وسعت اسپیس ہے۔

زمان کے دو مراتب ہیں، ایک مکان دوسرا خود زمان۔ مکان میں فاصلے ہوتے ہیں۔ زمان میں فاصلے نہیں ہوتے۔ ایک مرتبے میں مشاہدہ کرنے والا ترتیب وار دیکھتا ہے، دیکھنے کا انداز اس طرح ہوتا ہے کہ وہ ایک لمحے کے بعد دوسرے پھر تیسرے، اسی طرح مزید لمحوں کے یکے بعد دیگرے گزرنے کا ادراک کرتا ہے مثلاً ہم وقت کو سیکنڈ، منٹ، گھنٹوں میں ناپتے ہیں۔ ایک منٹ سے دوسرے منٹ تک پہنچنا پھر تیسرے منٹ میں داخل ہونا ادراک کی تکرار ہے۔ اسی تکرار سے شہود میں گہرائی پیدا ہوتی ہے۔ ان گہرائیوں کو مکانی فاصلے کہا جاتا ہے مثلاً دن ایک اسپیس ہے۔ رات ایک اسپیس ہے۔ پھول ایک اسپیس ہے۔ خیال ایک اسپیس ہے۔ جو کچھ ہمارے سامنے ہے، سب اسپیس ہے۔ وہ چھوٹا کرّہ ہو یا بڑا، سب اسپیس ہے۔ ایک سیکنڈ کو سنکھ حصوں میں تقسیم کر دیا جائے تو ہر حصہ ایک اسپیس ہے یعنی سیاہ نقطے میں ازل سے ابد تک کے تمام خدوخال تہ در تہ موجود ہیں اور سب خدوخال اسپیس ہیں۔ سیاہ نقطہ اپنی تکرار کرتا ہے۔ ایک جگہ سے دوسری جگہ چھلانگ لگاتا ہے۔ چھلانگ لگانا معانی رکھتا ہے۔ سیاہ نقطے کی گہرائیاں اس درجہ لاتناہیت اختیار کر لیتی ہیں کہ پہلے اندازِ نظر کا ادراک ممکن نہیں رہتا۔ یہ اندازِ نظر اپنا الگ ادراک رکھتا ہے۔ اس اندازِ نظر میں جب سیکنڈ کی سنکھ در سنکھ تقسیم کا تذکرہ کیا جاتا ہے تو ذہن کی رفتار اتنی تیز ہو جاتی ہے کہ ہم اس رفتار کو کسی اعداد و شمار میں بیان نہیں کر سکتے۔ ایک سیکنڈ کو سنکھ در سنکھ حصوں میں تقسیم کرنے کا مطلب یہ ہے کہ ہمارا شعور اسپیس کا تذکرہ کر رہا ہے لیکن انداز الگ ہے۔ جب ہم سیاہ نقطے کی گہرائیوں میں اتر کر دیکھتے ہیں تو ہمیں وہ لامتناہی نظر آتا ہے کہ ہم کسی بھی طرح اس کی لامتناہیت کا تذکرہ نہیں کر سکتے۔ اسی ادراک کو اللہ تعالیٰ نے لیلۃ القدر فرمایا ہے۔ (کتاب: شرح لوح و قلم)

آسیہ روبی

اللہ معاف کرنے والوں سے محبت کرتا ہے

”آپ چاہتے ہیں کہ جو تکلیف اس نے دی، وہ تکلیف آپ اسے پہنچائیں۔ آپ اور وہ برابر نہیں ہوئے؟ جب کہ آپ جانتے ہیں کہ ایسا کرنا غلط ہے۔ غلط کام میں برابری چاہتے ہیں؟“

فارس بے یقینی سے صحن میں ٹہل رہا تھا۔ احساسِ توہین سے چہرہ سرخ تھا جیسے جسم کا سارا خون چہرے پر آ گیا ہو۔ جب سے علم ہوا کہ زعیم نے اس کے بارے میں زہر بھری باتیں کی ہیں، وہ بے چین تھا۔ اس کا رویہ کچھ عرصے سے بدل گیا تھا جسے فارس کے گھر میں سب نے محسوس کیا تھا۔ زعیم کے دل میں اتنی نفرت کیسے آئی کہ دوستی کا لحاظ نہ رکھا؟

فارس نے خود کلامی کے انداز میں کہا کہ اب تک میں نے برداشت کیا لیکن لگتا ہے کہ پانی سر سے اونچا ہو گیا ہے۔ زعیم مسلسل کردار کشی کر رہا ہے۔ وہ سونے کے لئے کمرے میں آیا مگر لیٹنا دور کی بات، بیٹھنا دشوار تھا۔ ہیجان برپا تھا جو کسی کَل چین نہیں لینے دے رہا تھا۔

غصہ حواس کو سُن کر دیتا ہے۔ غصے کی آگ راہ میں حائل ہر شے کو جلا دیتی ہے۔ ایسے میں غصہ کرنے والے فرد کا کیا حال ہوتا ہے—؟ جواب ایک ہی ہے کہ کیا آگ بھی آگ سے محفوظ رہی ہے—؟

میں زعیم کی طبیعت صاف کر دوں گا۔ اب لحاظ والا معاملہ نہیں رہا۔ جیسے اس نے پیٹھ پیچھے باتیں کی ہیں، میں بھی کروں گا۔

فارس نے زعیم کی بیٹی کی شادی میں جس کا دعوت نامہ موصول ہو چکا تھا، بدمزگی پیدا کرنے کا سوچا۔ دعوت نامہ قبول نہ کروں تو اس کی سبکی ہوگی۔ سب کو فون کر کے اس کا کچا چٹھا کھولنا چاہئے تا کہ وہ آئندہ محتاط رہے اور لوگوں کو بدنام کرنے سے گریز کرے۔

وہ دل ہی دل میں منصوبے بناتا رہا۔

فارس! دیر ہوگئی ہے، سو جائیں۔ کب سے بڑبڑا رہے ہیں۔ الماس نے زچ ہو کر کہا۔

وہ ناچار لیٹ گیا لیکن — نیند میلوں دور تھی۔ غصہ متقاضی تھا کہ بدلہ لیا جائے لیکن اندر میں آواز کہہ رہی تھی کہ تم دونوں کبھی دوست تھے، دوستی کا پاس رکھو اور معاف کر دو۔ اللہ معاف کرنے والوں سے محبت کرتا ہے۔

اگلا دن ہیجانی کیفیت میں گزرا۔ طبیعت مکدّر ہوئی اور چڑچڑا پن رہنے لگا۔ اندر میں جنگ تھی۔ وہ بدلہ لینا چاہتا تھا نہ معاف کرنے پر آمادہ تھا۔ اس بوجھ سے جان نہ چھڑا سکا۔ رات کو پھر نیند نہیں آئی۔

الماس نے اس کے بار بار کروٹ بدلنے پر پوچھا کہ کیا ہوا، خیریت ہے؟

فارس کو اس موضوع پر بات کرتے ہوئے ہتک محسوس ہوئی لیکن شریکِ حیات سے کہاں چھپا سکتا تھا۔ کہا، تم جانتی ہو کہ کچھ عرصہ پہلے زعیم سے تلخ کلامی ہوئی تھی۔ اختلافات بڑھ گئے ہیں۔ وہ جہاں بیٹھتا ہے، مجھے برا کہتا ہے، دوستی کا لحاظ نہیں کیا۔ دو روز پہلے منیجر سے میری شکایت کی پھر دوسرے کولیگز کے سامنے بھی عیب جوئی کی۔ میں نے جو باتیں بتائی تھیں، وہ لوگوں کو بتا رہا ہے۔ میرے راز افشا کر رہا ہے۔ دل خفا اور تکلیف میں ہے کہ کیا کوئی دوست ایسا کر سکتا ہے؟ مجھ سے شکایت تھی تو آ کر بات کرتا، کم ظرفی تو نہ دکھاتا۔ یہ روپ بھیانک ہے۔ بات حد سے بڑھ گئی ہے۔ خیال آتا ہے کہ بدلہ لوں پھر سوچتا ہوں کہ جانے دوں۔ جب اسے پروا نہیں تو مجھے کیوں ہے؟ عجیب کشمکش ہے۔ اس کی بیٹی کی شادی ہے۔ سوچ رہا ہوں کہ شادی میں شرکت کر کے بدمزگی پیدا کروں اور انتظامات پر شور مچا دوں۔

یہ سننا تھا کہ الماس اٹھ کر بیٹھ گئی۔

اس کی آواز میں پریشانی تھی۔

یہ غضب مت کیجئے گا۔ آپ تو خود بیٹے اور بیٹی کے باپ ہیں۔ کیا باپ بیٹی کی شادی خراب کر سکتا ہے؟ باپ تو بیٹی کا گھر بساتا ہے، آپ اس کی شادی میں فساد کرنا چاہتے ہیں؟ ان کے گھر کی پہلی خوشی ہے۔ بیٹی کی زندگی کا نیا دور شروع ہوگا، کل کو بچے ہوں گے، ایک غلط قدم خاندان کو اذیت سے دوچار کر دے گا۔ مجھے تو

حیرت ہے کہ آپ نے یہ کیسے سوچ لیا؟

اوہو، غصے میں خیال آ گیا۔ کون سا میں اس پر عمل کروں گا۔ فارس گھبرا گیا۔

ایسے خیال پر استغفار کرنا چاہئے۔ ٹھیک ہے کہ زعیم نے زیادتی کی۔ اس نے خود بات نہیں کی تو آپ چلے جاتے۔ پوچھتے کہ ایسا کیا ہوا کہ دوستی کا لحاظ نہیں کیا؟

کیا بات کرتا؟ اس نے موقع نہیں دیا۔ جگہ جگہ بدنام کر رہا ہے، ایسے آدمی سے بات کروں؟ فارس بھڑک اٹھا۔

الماس نے کچھ سوچتے ہوئے کہا، ہوسکتا ہے کہ آپ کی طرف سے کوئی تکلیف پہنچی ہو جسے اس کے ذہن نے قبول نہیں کیا اور انتقام کی رَو میں بہک گیا۔

فارس نے الجھی ہوئی نگاہوں سے بیوی کو دیکھا تو اس نے دھیمے لہجے میں کہا، انتقام لینے کے بعد آپ میں اور اس میں کیا فرق رہ جائے گا؟ جس روّیے کا شکوہ ہے، اسے دہرانا چاہتے ہیں؟

میں سمجھا نہیں، کیا مطلب؟ فارس بولا۔

الماس نے وضاحت کی کہ زعیم نے اپنا ظرف ظاہر کیا۔ آپ چاہتے ہیں کہ جو تکلیف اس نے دی، وہ تکلیف آپ اسے پہنچائیں۔ آپ اور وہ برابر نہیں ہوئے؟ جب کہ آپ جانتے ہیں کہ ایسا کرنا غلط ہے۔ غلط کام میں برابری چاہتے ہیں—؟ فرض کریں، آپ نے وہی کیا جو غصہ آپ سے کروانا چاہتا ہے۔ سکون مل جائے گا؟ الماس نے سوال کیا۔

فارس نے گہرا سانس لیتے ہوئے کہا، میں نے اس بارے میں سوچا ہے۔ اندر میں آواز کہتی ہے کہ جو دکھ مجھے ملا ہے، وہ انتقام لینے کے بعد بھی موجود رہے گا۔ اصول ہے کہ کوئی تھپڑ مارے تو جواباً تھپڑ مار کر حساب برابر کیا جائے اور معاف کردو تو احسن ہے۔ میں بچہ نہیں ہوں، ایک عمر گزاری ہے، جانتا ہوں کہ حساب برابر کرنے سے اختلافات کم نہیں ہوتے — دشمنی میں بدل جاتے ہیں۔ پہلے انتقام لینے کی اذیت میں رہنا پھر انتقام لینے کے بعد کسی اور کو اذیت میں دیکھنا— دونوں مراحل ایک ہیں۔

الماس نے کہا، اتنے روز آپ نے غصے میں گزارے، کس کا نقصان ہوا؟ دیکھ لیں، غصہ آپ کو کہاں لے گیا کہ اس کی بیٹی کی شادی میں بدمزگی پیدا کرنے تک پہنچ گئے۔

فارس نے زچ ہو کر کہا، تم ایک بات کے پیچھے پڑ گئی ہو۔ خیال آیا تھا، تمہیں بتا دیا، اس سے زیادہ کچھ نہیں ہے۔

الماس نے کہا، جب غصے کے وقت یہ خیال آئے گا تو اس پر عمل ہو جائے گا۔ اتنے دن میں اندازہ ہو جانا چاہئے کہ غصے کی آگ کیسی ہوتی ہے— خون جلا دیتی ہے، سوچنے سمجھنے کی صلاحیت مفقود کر دیتی ہے۔ نارمل حالت میں کسی کو یہ خیال آ سکتا ہے؟ اس کا مطلب ہے کہ آپ اتنے دن نارمل نہیں رہے۔ غصہ کرنے والا خود کو اللہ کی محبت سے دور کر لیتا ہے۔

فارس نے سر ہلاتے ہوئے اقرار کیا، تم ٹھیک کہہ رہی ہو۔ اگر میں چاہتا ہوں کہ زعیم میری عیب جوئی نہ کرے تو مجھے بھی انتقامی سوچ ترک کرنی پڑے گی۔ بات کروں گا کہ اسے کس چیز نے اتنا مشتعل کیا کہ وہ دشمنی پر اتر آیا۔ معافی مانگ لوں گا لیکن آئندہ احتیاط کروں گا۔ دنیا میں دوستی کا رشتہ ختم نہیں ہو سکتا لیکن سبق ہے کہ دوست کو اتنے راز بتانے چاہئیں کہ ان کے افشا ہونے سے نقصان نہ پہنچے۔

زعیم کی بیٹی کی شادی کب ہے؟

پرسوں۔ دفتر میں سب کو دعوت دی ہے، مجھے بھی مجبوراً دے دی۔ فارس نے شکوہ کیا۔

الماس نے ہنستے ہوئے کہا، میں آپ کے ساتھ جاؤں گی۔ اس کی بیٹی کے سر پر ہاتھ رکھیں گے، دعا کے ساتھ سلامی بھی دیں گے۔ جب وہ کارڈ دینے آیا تو آپ نے شادی کی تیاری کے بارے میں پوچھا۔ سب انتظامات ہو گئے خیر سے؟ کسی چیز کی ضرورت تو نہیں ہے؟ ہو سکتا ہے شادی کے انتظامات کی وجہ سے کوئی پریشانی ہو۔ وہ پہلے ہی ذہنی دباؤ میں ہو گا۔ اوپر سے آپ دونوں میں تلخ کلامی ہو گئی۔ ہر واقعہ کا کوئی محرک ہوتا ہے۔ میں تو کہتی ہوں کہ زندگی کو آسان کریں، مشکل مت بنائیں۔۔۔ جھک جائیں۔

فارس نے سر پکڑ لیا۔ اوہ! یہ تو میں نے سوچا نہیں۔ جب سے ہماری بحث ہوئی ہے، شادی کے انتظامات کا نہیں پوچھا۔ کل ہفتہ ہے اور پرسوں شادی ہے۔ وہ کل دفتر نہیں آئے گا۔ اس کے گھر چلتے ہیں اور بیٹی کی شادی میں اپنے حصے کی ”ذمہ داری“ پوری کر کے آتے ہیں۔

الماس نے سکون کا سانس لیا اور فارس گِلے شکوے نظر انداز کر کے پُرسکون نیند سویا۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

یٰسٓ شریف ، قرآن کریم کا مکمل نسخہ اور ۳۰ سپاروں کا سیٹ

دیدہ زیب سرورق کے ساتھ ساتھ اندرونی صفحات میں

خوب صورت ڈیزائن کردہ خط (font)

جس میں اس بات کا خیال رکھا گیا ہے کہ آیات بآسانی پڑھی جا سکیں۔

زیادہ سے زیادہ لوگوں میں ایصالِ ثواب کے لئے تقسیم کیجئے۔

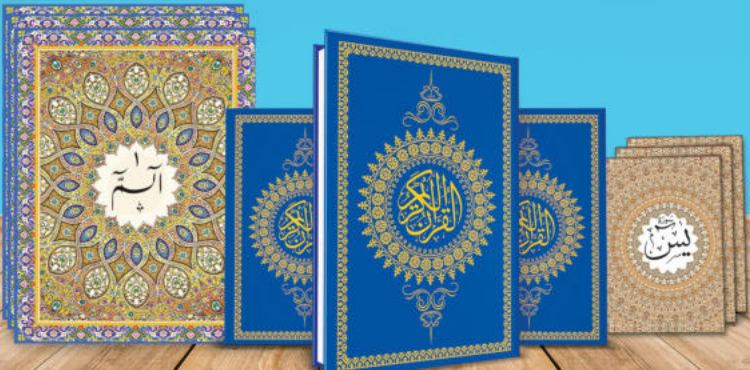

ملنے کا پتہ:

عظیمی محلّہ، سیکٹر 4-C، سرجانی ٹاؤن، کراچی، پاکستان۔

+92-(0)21-36417843
+92-(0)305-4435207

عظیمی یونیورسٹی پریس®

AZEEMI UNIVERSITY PRESS

زیر سرپرستی خانوادہ سلسلہ عظیمیہ

QALANDAR SHAOOR ACADEMY
HYDERABAD - PAKISTAN

★ قلندر شعور اکیڈمی ★

مراقبہ ہال حیدرآباد

قلندر شعور ہماری رہنمائی کرتا ہے کہ ہم کائناتی تخلیقی فارمولوں کے تحت اپنے اندر روحانی صلاحیتوں کو متحرک کر سکتے ہیں۔

★ ★ ★

روحانی علوم کے متلاشی، راہِ سلوک کے مسافر اور روحانی سائنس میں دلچسپی رکھنے والے خواتین و حضرات کے لئے خوش خبری

گلشنِ شہباز، نزد ٹول پلازہ، جامشورو حیدرآباد، 71000، پاکستان
فون نمبر: 0331-3615533 ، 0333-2695331

تجمل
Tajammal
TRAVELS (PVT) LTD.

IATA
ACCREDITED AGENT
IATA Code: 27342433

تجمل ٹریولز (پرائیویٹ) لمیٹڈ

تجمل للسفریات (الخاصہ) المحمدودہ

ویزہ + ایئرلائن ٹکٹ

ہوٹل + زیارات ٹرانسپورٹ

UMRAH

عمرہ سروس

بجٹ پیکج
اکانومی پیکج

5
ہوٹل کی بکنگ

ٹی ایچ اے اوورسیز ایمپلائمنٹ پروموٹرز

شبعة تی ایچ اے ⟨THA⟩ لتطور الامور تتعلق بالعمال/الموعطفین الاجانب

THA
OVERSEAS EMPLOYMENT PROMOTERS
Licence No. 4189/LHR
⟨خصة تسعة: ۴۱۸۹/ایل ایچ آر

- Labour Visa
- Skilled Visa
- Un Skilled Visa

thaoep1@gmail.com

متحدہ عرب امارات، سعودی عرب، قطر
ملائشیا، میں ملازمت کے شاندار مواقع

رانا تجمل حسین
CEO

+92 300 6654 211
+92 302 1165 300
+92 321 6680 266
+92 41 2641 904

Office No. 54, Gate No. 5, Iqbal Stadium. Faisalabad. PK

Canderel®
with Stevia
Naturally Sweet
Canderel
Stevia
Canderel
Canderel
Stevia
Zero Calorie
Sweetener
Available in
Tablets, Sachets and Jars
SEARLE

منیزہ اظہر

حضرت نفیسہ بنتِ حسنؒ

سیدہ نفیسہ طاہرہؒ کو "نفیسۃ العلم والمعرفۃ" کا لقب ملا۔ آپ کو حاصل نورِ فراست سے انسانوں اور دوسری مخلوقات کے علاوہ نوعِ جنات بھی فیض یاب ہوئی۔

معلّمِ کائنات، خاتم النبیین حضرت محمدؐ کے خاندان کی ایک دخترِ عظیم حضرت نفیسہ بنتِ حسنؒ ہیں۔ آپ خاتونِ جنت حضرت فاطمہؑ کے صاحبزادے اور نواسۂ رسولؐ، حضرت امام حسنؑ کی پڑپوتی ہیں۔ شجرۂ نسب یہ ہے،

"سیدہ نفیسہ طاہرہ دختر الحسن الانور ابنِ زید الابلج ابنِ امام حسنؑ۔"

حضرت نفیسہ بنتِ حسنؒ کی روحانی و دنیاوی لحاظ سے اعلیٰ ماحول میں پرورش ہوئی۔ انہیں رسول اللہؐ سے بے حد محبت تھی۔ قلب و ذہن بچپن سے ظاہری و باطنی علمی ورثے سے سیراب ہوئے۔ انہوں نے قرآن کریم حفظ کیا اور سمجھ کر پڑھا۔ دینی و دنیاوی علوم میں اعلیٰ مراتب حاصل کئے۔ اپنے زمانے کی بڑی عالمہ، مفسّرہ، محدّثہ، اسکالر اور صاحبِ کرامت صوفی خاتون تھیں۔ ایک عالَم نے ان سے فیض پایا۔

سیدہ نفیسہ بنتِ حسنؒ 11 ربیع الاوّل 145ھ بمطابق 9 جون 762ء کو مکہ مکرمہ میں پیدا ہوئیں۔ پرورش مدینہ منورہ میں ہوئی کیوں کہ والد مدینہ منورہ کے گورنر تھے۔ ان کے ساتھ مسجدِ نبویؐ میں رسول کریمؐ کے روضۂ مبارک پر حاضر ہوتی تھیں۔ سیدہ نفیسہؒ کے اعلیٰ مراتب کی نشانیاں بچپن سے ظاہر ہونا شروع ہو گئی تھیں۔ والد بیٹی کا ہاتھ پکڑ کر روضۂ رسولؐ پر حاضر ہوتے اور عرض کرتے،

"یا رسول اللہؐ! اے اللہ کے محبوب نبیؐ! میں اپنی بیٹی نفیسہ سے راضی ہوں۔"

وہ باقاعدگی سے روضۂ اقدسؐ پر حاضر ہوتے اور یہ الفاظ دہراتے تھے۔ ایک روز مراد بر آئی اور خواب میں رسول اللہؐ کی زیارت ہوئی۔

رحمۃ للعالمین حضرت محمدؐ نے فرمایا،

"یا حسن! میں تمہاری بیٹی سے راضی ہوں کیوں کہ تم اس سے راضی ہو اور اللہ بھی اِس سے راضی ہے کیوں کہ میں اِس سے راضی ہوں۔" (الجواہر النفیسہؒ)

سیدہ نفیسہ طاہرہؒ متقی و پرہیز گار خاتون تھیں۔ قربِ الٰہی کی طلب میں عبادت و ریاضت اور خدمتِ خلق میں مصروف رہتیں۔ ان کے در سے کوئی خالی ہاتھ نہیں جاتا تھا۔ لوگوں کو کھانا کھلا کر خوش ہوتی تھیں۔ والدین سے فرماتی تھیں کہ بچوں کی اچھی تربیت کریں۔ نماز روزے کی پابند تھیں اور بکثرت توبہ استغفار کرتی تھیں۔ انہوں نے 30 حج کئے۔ بیشتر حج پیدل چل کر کئے۔ طواف کے دوران تلبیہ پڑھتے ہوئے زار و قطار روتیں اور خانہ کعبہ میں عبادت کے دوران خشوع و خضوع سے دعا کرتی تھیں،

"یا اللہ! آپ مالک ہیں۔ ناچیز بندی آپ کی رضا چاہتی ہے۔ مجھے اپنی رضا میں راضی کر دیجئے۔"

حضرت نفیسہؒ قرآن کریم کے مفہوم کو بخوبی بیان کرتی تھیں۔ مصر کے معروف اسلامی اسکالر امام محمد متولی شعراویؒ نے اپنی کتاب "دی لائٹ آف اہلِ بیت" میں ان کی حیاتِ مبارک کے واقعات لکھے ہیں۔ وہ کہتے ہیں،

"کہا جاتا ہے کہ جب وہ قرآن کریم پڑھتی تھیں تو یہ دعا کرتی تھیں، 'یا اللہ! مجھے حضرت ابراہیمؑ کی زیارت اور قبر مبارک پر حاضری کا شرف عطا فرما۔' وہ جانتی تھیں کہ حضرت ابراہیمؑ ابو الانبیا ہیں اور رحمۃ للعالمین نبی کریمؐ کے جدِ امجد ہیں۔ دعا قبول ہوئی اور کچھ عرصے بعد فلسطین کا سفر کیا جہاں حضرت ابراہیمؑ کی قبر مبارک ہے۔"

امام محمد متولی شعراویؒ نے اس زیارت کی تفصیل اپنی کتاب میں لکھی ہے۔

"جب سیدہ نفیسہؒ حاضری کے دوران قبر کے قریب بیٹھ کر قرآن کریم کی تلاوت کر رہی تھیں تو اللہ کے کرم سے حضرت ابراہیمؑ کی زیارت ہوئی۔ وہ کہتی ہیں کہ دل کی دھڑکن تیز ہو گئی۔ انہوں نے عرض کیا،

'یا جدّی! میری روح کئی بار آپ کی خدمتِ اقدس میں حاضر ہو چکی ہے، اب جسم و روح دونوں ساتھ حاضر ہیں۔ آپ کی خوش نودی اور دعا کی طلب گار ہوں اور چاہتی ہوں کہ اللہ کے قرب کی جدوجہد اور حصول میں اس

دنیا سے رخصت ہوں۔'

جواب میں حضرت ابراہیمؑ کی آواز سنی،

'مبارک ہو تمہیں اے میری بیٹی، اللہ نے تمہیں اپنے پاکیزہ اور عبادت گزار بندوں میں شامل کیا ہے۔ قرآن کریم کی تلاوت کرو اور اس میں غور و فکر کرو۔" (السیّدہ نفیسہؒ)

سیدہ نفیسہ بنتِ حسنؒ کی عمر 16 سال ہوئی تو حضرت اسحاق المؤتمنؒ سے شادی ہوئی۔ وہ نواسۂ رسولؐ، حضرت امام حسینؑ کی اولاد میں سے ہیں اور — حضرت امام جعفر صادقؒ کے صاحبزادے ہیں۔ امام جعفر صادقؒ بہت بڑے عالم تھے۔ ان کی درس گاہ سے کثیر تعداد میں لوگوں نے سائنسی و روحانی علوم سیکھے۔

اللہ تعالیٰ نے حضرت نفیسہؒ اور حضرت اسحاقؒ کو صاحبِ اولاد کیا۔ بیٹی کا نام امِّ کلثوم اور بیٹے کا قاسم رکھا۔ شادی کے بعد بھی حصولِ علم اور تبلیغ کا سفر جاری رہا۔ گھریلو ذمہ داریاں نبھائیں اور بچوں کی احسن تربیت و پرورش کی۔

حضرت نفیسہ بنتِ حسنؒ نے 48 سال کی عمر میں شوہر کے ساتھ مصر ہجرت کی۔ بتایا جاتا ہے کہ آمد کی خبر پھیلی تو مختلف شہروں سے بڑی تعداد میں لوگ گھروں سے استقبال کے لئے نکلے، خیموں میں رات گزاری، صبح لا الٰہ الا اللہ اور اللہ اکبر کا ورد کرتے ہوئے عظیم الشان جلوس کی شکل میں قاہرہ پہنچے۔

قاہرہ کے معروف تاجر جمال الدین عبد اللہ بن جصاص نے مہمان نوازی کی۔ لوگ جوق در جوق حاضر ہوتے اور دعا سے فیض یاب ہوتے۔ ہر وقت عقیدت مندوں کا تانتا بندھا رہتا تھا۔ حضرت نفیسہؒ نے اس خیال کے پیشِ نظر کہ ان کی موجودگی میزبان پر بوجھ نہ بنے، دوسری جگہ منتقل ہونے کا فیصلہ کیا۔

لوگوں کی آمد کا سلسلہ وہاں بھی جاری رہا۔ کوئی سلام کے لئے حاضر ہوتا، کسی کو علم کی چاہ تھی اور کوئی دعاؤں کا طالب ہوتا۔ لوگوں کی تعداد بڑھی تو عبادت و ریاضت میں دشواری ہوئی۔ واپس مدینہ منورہ جانے کا فیصلہ کیا تاکہ روضۂ رسولؐ کی زیارت سے بے قرار دل کو قرار ملے۔ لوگوں کو علم ہوا تو بے چین ہو گئے اور فیصلے پر نظرِ ثانی کی التجا کی۔ قاہرہ کے گورنر تک خبر پہنچی تو وہ حاضرِ خدمت ہوا اور مصر نہ چھوڑنے کی درخواست کی۔

حضرت نفیسہ طاہرہؒ نے فرمایا، میں کمزور خاتون ہوں۔ ہجوم کے باعث عبادت مشکل ہو گئی ہے۔ روضۂ رسولؐ پر حاضری کے لئے بے چین ہوں۔ دل مدینہ منورہ جانے کا تقاضا کر رہا ہے۔

قاہرہ کے گورنر نے عاجزانہ درخواست کی کہ لوگوں سے ملاقات کے لئے دو دن مخصوص فرما دیجئے۔ باقی دن عبادت و ریاضت کے لئے وقف رکھئے۔ حضرت نفیسہؒ نے غور و خوض کے بعد درخواست قبول فرمائی۔ اس کے باوجود جب تک مصر میں رہیں، جس طرح سے ہو سکا، عوام کی خدمت کی اور باطنی علوم کی تعلیم دی۔

اہلِ علم کی جانب سے حضرت نفیسہؒ کو دیے گئے القاب علمی بصیرت کو ظاہر کرتے ہیں۔ آپ اہلِ بیت میں سے تھیں اور علم ورثہ تھا، نفیسۃ العلم والمعرفۃ کا لقب ملا۔ اس کے علاوہ نفیسۃ الطاہرہ، نفیسۃ الدارین، صاحبۃ الکرامات، سیدہ اہل الفتویٰ، اُمّ العواجز دیگر القاب ہیں جو علمی و اخلاقی مراتب کی عکاسی کرتے ہیں۔

بڑے بڑے علمائے وقت علمی نشست میں شریک ہوتے تھے۔ ان میں امام شافعیؒ شامل ہیں۔ امام شافعیؒ فجر کے بعد قرآن و تفسیر کی تعلیم دیتے تھے، عوام و خواص حلقۂ تدریس میں شامل ہوتے۔ درس کے بعد حضرت نفیسہؒ کی خدمت میں حاضر ہوتے۔ بتایا جاتا ہے کہ امام شافعیؒ نے ان سے علمِ حدیث حاصل کیا۔ انہیں حضرت نفیسہؒ سے بے حد عقیدت تھی۔ بہت احترام کرتے تھے۔ بیمار ہوتے تو دعا کے لئے پیغام بھجواتے۔ حضرت نفیسہؒ دعا کرتیں تو قاصد کے لوٹنے سے پہلے دعا کا اثر ظاہر ہو جاتا۔

ایک بار قاصد معمول کی طرح امام شافعیؒ کی بیماری کی خبر لے کر حاضرِ خدمت ہوا تو حضرت نفیسہؒ نے اس بار مختلف جواب دیا۔ فرمایا،

> ”اللہ تعالیٰ سے ملاقات بہت خوب ہے اور اس کی طرف توجہ کرنا بہت نفع بخش ہے۔“
> (الجواہر النفیسہؒ)

امام شافعیؒ تک پیغام پہنچا تو سمجھ گئے کہ وقتِ آخر قریب ہے۔ وفات سے قبل نصیحت کی کہ ان کا جنازہ حضرت نفیسہؒ کے گھر کے سامنے سے گزارا جائے۔ جنازہ حضرت نفیسہؒ کے گھر کے سامنے سے گزرا تو روایت ہے کہ سیدہ نفیسہؒ نے گھر میں ان کی نمازِ جنازہ پڑھی۔

امام شافعیؒ کے علاوہ بہت سے اہلِ علم نے

حضرت نفیسہؒ کی تعلیمات سے استفادہ کیا۔ ان میں امام عثمان بن سعید المصری، حضرت ذوالنون المصریؒ، مصری سمرقندی، امام ابو بکر الادفائی* اور ابوالحسن بن علی بن ابراہیم* شامل ہیں۔

معروف بزرگ حضرت بشر حافیؒ بھی حضرت نفیسہؒ کی خدمت میں حاضر ہوتے تھے۔ ایک بار حضرت بشر حافیؒ بیمار ہوئے تو عیادت کے لئے تشریف لے گئیں۔ وہاں امام احمد بن حنبلؒ بھی موجود تھے۔ حضرت بشر حافیؒ سے حضرت نفیسہؒ کی بابت پوچھا اور عرض کیا کہ ان سے کہیں ہمارے لئے دعا فرمائیں۔

حضرت نفیسہؒ نے دعا کی،

"یااللہ! بشر بن الحارثؒ اور احمد بن حنبلؒ آگ سے پناہ مانگتے ہیں۔ اے سب سے زیادہ رحم فرمانے والے! آپ انہیں اپنی پناہ عطا فرمایئے۔"

سیدہ نفیسہ طاہرہؒ کو حاصل نورِ فراست سے انسانوں اور دوسری مخلوقات کے علاوہ نوعِ جنات بھی فیض یاب ہوئی۔

محترم عظیمی صاحب کی تصنیف "ایک سو ایک اولیاء اللہ خواتین" میں لکھا ہے،

"ایک مرتبہ کچھ خواتین حضرت نفیسہ بنتِ حسنؒ کی خدمت میں حاضر ہوئیں اور آپ سے گھر تشریف لانے کا شکریہ ادا کرنے لگیں۔ ایک عورت نے کہا، آپ نے جو کام مجھے دیا تھا، وہ کر دیا ہے۔ آپ نے سراہا اور مزید ہدایات دیں۔ خواتین کے جانے کے بعد ایک شاگرد نے عرض کیا، آپ کافی عرصے سے کہیں نہیں گئیں تو یہ کیسے آپ سے ملنے کا تذکرہ کر رہی تھیں؟ آپ نے فرمایا، یہ خواتین جنات کے قبائل سے تعلق رکھتی ہیں۔ اللہ کے بندوں کا وہاں آنا جانا لگا رہتا ہے۔"

سیدہ نفیسہ طاہرہؒ باکرامت خاتون تھیں۔ کتاب "دی لائٹ آف اہلِ بیت" میں ان کی چند کرامات کا ذکر ہے۔ بتایا جاتا ہے کہ جب انہوں نے مصر میں سکونت اختیار کی تو ان کے

---

* امام ابو بکر الادفائی قرآن کریم کی معروف تفسیر "الاستفتاح فی علوم القرآن" کے مصنف ہیں۔
* ابوالحسن بن علی بن ابراہیم نے قرآن کی گرامر پر دس جلدیں لکھیں۔

پڑوس میں ٹانگوں سے مفلوج بچی رہتی تھی۔ ایک روز بچی کی والدہ نے اسے کچھ وقت کے لئے حضرت نفیسہؒ کے پاس چھوڑا تاکہ خریداری کے لئے جاسکیں۔ انہوں نے بچی کا خیال رکھا۔ نمازِ ظہر کا وقت ہوا۔ وضو کے دوران پانی کی چھینٹیں بچی پر پڑیں — بچی نے چھینٹیں مفلوج پیروں پر ملیں۔ اللہ کی رحمت سے تھوڑی دیر میں پیروں میں توانائی محسوس ہوئی اور وہ کھڑی ہوگئی۔ حضرت نفیسہؒ نماز میں مشغول تھیں۔ بچی کی والدہ واپس آئیں تو وہ دوڑتی ہوئی ماں سے لپٹ گئی اور بتایا کہ کیا واقعہ پیش آیا۔ بچی کا خاندان حضرت نفیسہؒ کا معتقد ہوگیا۔

سیدہ زینب بنتِ یحییٰ المتوّجؒ، حضرت نفیسہؒ کی بھتیجی تھیں۔ 40 سال پھوپھی کی خدمت کی۔ ان کے بارے میں فرماتی ہیں کہ وہ شب بیدار تھیں۔ دن میں ایک وقت کھانا کھاتی تھیں۔ میں نے ان کو ہمیشہ لوگوں کی خدمت اور ترویجِ علم میں مصروف دیکھا۔

208ھ — رمضان المبارک کا آغاز ہوا تو حضرت نفیسہؒ علیل ہوگئیں۔ بیماری کے باوجود

سیدہ نفیسہ طاہرہؒ فرماتی ہیں

- اللہ کی رضا میں راضی رہنا عبادت ہے۔
- روزہ تزکیۂ نفس کا بہترین ذریعہ ہے۔
- قرآن کریم میں غور و فکر سے اللہ کا قرب حاصل ہوتا ہے۔
- اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے، ”روزہ میرے لئے ہے، روزے کی جزا میں خود ہوں۔“ روزہ دار کو چاہئے کہ وہ سب کاموں کا اہتمام کرے جن سے اللہ کی قربت نصیب ہو۔

روزے رکھے اور زیادہ سے زیادہ قرآن کریم کی تلاوت کی۔ ایک روز ضعف بڑھا اور نبض ڈوبنے لگی۔ طبیبوں نے اصرار کیا کہ روزہ توڑ دیں۔

حضرت نفیسہ بنتِ حسنؒ نے فرمایا،

”روزے کی جزا تو خود اللہ ہے۔ تیس سال سے میری یہ آرزو تھی کہ روزے کی حالت میں اپنے خالق کے حضور حاضر ہوں۔ اب یہ آرزو پوری ہو رہی ہے۔“

رمضان المبارک کی 15 تاریخ تھی۔ قرآن کریم کی تلاوت کرتے ہوئے خالقِ حقیقی سے جاملیں۔ آخری آرام گاہ قاہرہ، مصر میں ہے اور ”مشہدِ نفیسہؒ“ کے نام سے مشہور ہے۔

محمد عثمان

پلکوں کی اسپیس

پلکوں اور ذہن کے باہمی ربط کے بارے میں حقائق سے پردہ اٹھانے کے لئے تحقیق و تلاش (سائنس) کو اندر کی دنیا میں دیکھنا ہے۔

پلک جھپکے بغیر بتایئے۔۔۔

- آپ پلک کتنی دیر میں جھپکتے ہیں؟
- آپ پلک جھپکے بغیر کتنی دیر دیکھتے ہیں؟

بات ایک لیکن سوال دو ہیں ___ تعلق شعور و لاشعور اور ظاہری و باطنی صلاحیتوں سے ہے۔

پلک جھپکنا چہرے کی سب سے عام اور تیز حرکت ہے۔ چہرے پر کوئی نقش بظاہر اس تواتر اور رفتار سے حرکت نہیں کرتا جتنی کہ پلکیں۔ یہ آنکھوں کو نمایاں کرکے چہرے کو دلکش بناتی ہیں مگر ان کا کردار خوب صورتی تک محدود نہیں ہے۔ پلکوں کے جھپکنے، اٹھنے اور پھر ٹھہرنے سے فکشن اسپیس مغلوب ہوتی ہے۔ مزید جاننے سے پہلے پڑھئے کہ تحقیق و تلاش (سائنس) پلک جھپکنے کے بارے میں کیا کہتی ہے اور پلکوں کی سائنسی تحقیق میں فہم کس مقام پر پہنچی ہے۔

پلک جھپکنے کی ضرورت کیوں پیش آتی ہے، ماہرِ امراضِ چشم دو وجوہات بتاتے ہیں۔ وہ کہتے ہیں کہ دیکھنے کے لئے آنکھوں کی سطح کا صاف اور ہموار ہونا اور روشنی پُتلیوں میں یکساں طور پر داخل ہونا ضروری ہے۔ پلکیں روشنی کی مقدار کو کم یا زیادہ کرنے میں مدد دیتی ہیں۔ یہ گرد و غبار کو آنکھوں میں جانے سے روکتی ہیں۔ پلک جھپکنے کے عمل سے ایک طرف آنکھوں کی صفائی ہوتی ہے تو دوسری طرف آنکھوں کو چکنائی میسر آتی ہے۔

ماہرینِ چشم کہتے ہیں کہ پلک جھپکنے سے جھلّی بنتی ہے جو پانی، تیل اور چپچپے مادے پر مشتمل ہوتی ہے۔ یہ جھلّی ڈیلوں کو درست اور یکساں طور پر حرکت دینے کی ذمہ دار ہے۔ اس کی وجہ سے آنکھوں میں معاون رطوبت پیدا ہوتی ہے

جو خشکی اور جلن سے بچاتی ہے۔

آنکھ میں خشکی سے قرنیے پر خراش پڑتی ہے۔ قرنیہ لاتعداد حسی اعصابی ریشوں سے منسلک ہے۔ خون کی باریک نالیاں براہِ راست آنکھ تک نہیں پہنچتیں، قرنیہ آنکھوں تک آکسیجن پہنچانے کا ذمہ دار ہے اور انفیکشن سے بچانے والے خامروں (enzymes) پر مشتمل ہے۔

نیوجرسی، امریکا میں امراضِ چشم کی اکیڈمی سے وابستہ ماہرِ امراضِ چشم برینڈا پیگن کا کہنا ہے کہ پلکیں جھپکنا غیر اختیاری عمل ہے لیکن آپ اپنے اختیار سے بھی پلکیں جھپکا سکتے ہیں۔ عام شخص کو پلکیں جھپکنے میں اوسطاً چار سو ملی سیکنڈز لگتے ہیں۔ زیادہ تر لوگ ایک منٹ میں 10 سے 12 یا زیادہ سے زیادہ 15 سے 16 مرتبہ پلکیں جھپکتے ہیں تاہم مخصوص حالات میں یہ تعداد فی منٹ 16 سے کم یا زیادہ ہوسکتی ہے۔ آنکھوں کے عضلات کے سکڑنے، تھکاوٹ، ذہنی دباؤ کے زیرِ اثر اور عادتاً بھی جلدی جلدی پلکیں جھپکی جاتی ہیں۔ نظر کی کمزوری میں بھی ایسا ہوسکتا ہے کیوں کہ پلکیں دھندلاہٹ دور کر کے منظر کو واضح کرنے کی کوشش کرتی ہیں۔

پلکیں کم جھپکنے کے بارے میں ڈاکٹر برینڈا کا کہنا ہے کہ فلم دیکھنے کے دوران پلکوں کا روّیہ برعکس ہوتا ہے کیوں کہ توجہ مرکوز کرنے کے لئے آنکھیں دیر تک کھلی رہتی ہیں۔ مثلاً لوگ مطالعہ کرتے ہوئے جملے کے درمیان میں پلکیں نہیں جھپکاتے، اختتام پر جھپکاتے ہیں۔

یہی صورت گفتگو کی ہے۔ بولنے کے دوران ہم پلک نہیں جھپکتے کیوں کہ توجہ اندر میں سے آنے والے الفاظ پر مرکوز ہوتی ہے۔ اسی طرح غور سے سنتے ہوئے بے ترتیب پلکیں جھپکنے کی بجائے جملے کے آخر میں اور اس وقت انہیں جنبش دی جاتی ہے جب ہمیں لگتا ہے کہ بولنے والے نے بات پوری کرلی ہے۔

2013ء میں پروسیڈنگز آف نیشنل اکیڈمی آف سائنسز جرنل میں شائع شدہ ایک تحقیقاتی مطالعے کے مطابق پلکیں جھپکانا تکنیکی طور پر آنکھوں کے ڈیلوں میں نمی برقرار رکھنے اور گرد کی صفائی تک محدود نہیں بلکہ یہ دماغ کو سکون دینے کے لئے بھی ازحد ضروری ہے۔

شعور میں رہتے ہوئے ہم پلکوں کے جلدی

جلدی جھپکنے کی جبلّت سے مجبور ہیں اس لئے دیر تک آنکھیں کھلی رکھنا مشکل ہے البتہ مشق سے اس دورانیے کو جتنا چاہے، بڑھا سکتے ہیں۔

ایک دوسری تحقیق کے مطابق عام آدمی ہر روز 13 ہزار سے زیادہ مرتبہ پلکیں جھپکتا ہے۔ ایک تجزیہ نگار نے لکھا ہے کہ اگر پلکیں جھپکنے کا بنیادی مقصد آنکھوں کو نم رکھنا ہے تو 13 ہزار کا ہندسہ نمی برقرار رکھنے کے لئے ضرورت سے زیادہ ہے۔ ایسے میں لگتا یہ ہے کہ پلکوں کی جنبش نمی اور صفائی تک محدود نہیں ہے۔ آدمی چہرے پڑھ سکتا ہے اور معنی اخذ کرتا ہے، بھنووں کی حرکت سے معمولی اشارہ سمجھ سکتا ہے۔ کیا اس میں پلکیں جھپکنے کا کوئی کردار ہے—؟

یہ سوال ہالینڈ کے میکس پلانک انسٹی ٹیوٹ فار سائیکو لنگوِسٹکس کے محققین کا بھی ہے کہ کیا گفتگو میں پلکیں جھپکنا کوئی معنی رکھتا ہے؟

گفتگو دو طرفہ عمل ہے۔ ایک شخص بات کرتا ہے تو دوسرا سر ہلا کر "ہم م م" جیسے زبانی اشاروں سے جواب دیتا ہے۔ محققین کا خیال ہے کہ پلکوں کی جھپک پیغام بھیجتی ہے جسے ہم لاشعور کے ایک درجے تحت الشعور میں سمجھ سکتے ہیں۔ وہ کہتے ہیں کہ اگر پلکیں جھپکنا واقعی معلومات کی منتقلی کا عمل ہے تو اس دورانیے میں کمی بیشی کا ذہن پر اثر پڑ سکتا ہے۔

دیکھا گیا ہے کہ آدمی ذہنی دباؤ میں زیادہ پلکیں جھپکتا ہے اور جب دماغ پر بوجھ نہیں ہوتا تو وقفہ بڑھ جاتا ہے۔ ماہرین نے دماغی سرگرمی کو پلکیں جھپکنے کی رفتار سے جوڑ کر یہ نتیجہ نکالا ہے کہ پلکیں زیادہ جھپکنا ذہنی انتشار یا توجہ تقسیم ہونے کی علامت ہے۔

پلکوں اور ذہن کے باہمی ربط کے بارے میں حقائق سے پردہ اٹھانے کے لئے تحقیق و تلاش (سائنس) کو اندر کی دنیا میں دیکھنا ہے۔

باطنی علوم کے ماہرین فرماتے ہیں کہ پلک جھپکنے اور نہ جھپکنے کا تعلق دیکھنے کے میکانزم سے ہے۔ پلک جھپکنے سے اسپیس تقسیم ہوتی ہے اور نہ جھپکنے سے اسپیس کی تقسیم سے پیدا ہونے والا مفروضہ ختم ہوتا ہے۔

آدمی اسپیس میں تقسیم ہے یعنی ایک قدم، دوسرا قدم پھر تیسرا قدم۔ دن کے بعد رات، رات کے بعد دن۔ یہ اسپیس کی تقسیم ہے۔

آدمی اس علم سے ناواقف ہے کہ وہ دن میں رات کی اسپیس کو غالب کر سکتا ہے جب کہ یہ صلاحیت موجود ہے۔ الہامی کتابوں اور آخری آسمانی کتاب میں اس کا میکانزم بیان ہوا ہے۔

"اور ہم نے موسیٰؑ سے تیس راتوں کا وعدہ کیا اور انہیں مزید دس سے پورا کیا پھر تیرے رب کی مدت چالیس راتیں پوری ہو گئی۔"

(الاعراف : ۱۴۲)

یہاں تیس اور چالیس راتوں کا ذکر ہے یعنی حضرت موسیٰؑ پر دن میں بھی رات کے حواس طاری رہے۔ رات کے حواس اسپیس کی یکجائی کے حواس ہیں — اس میں محدود ذہن کا الوژن شامل نہیں ہوتا۔ ذہن جب اسپیس میں تقسیم نہیں ہوتا تو حواس کی رفتار بڑھ جاتی ہے۔

دن کی اسپیس کا تعلق پلک جھپکنے اور ڈیلوں کی حرکت سے ہے — رات کی اسپیس میں پلکیں اور ڈیلے ساکت ہو جاتے ہیں اور ایک دوسری دنیا میں آنکھ کھلتی ہے۔ بیداری میں نگاہ کے لئے باریک بال یا کاغذ رکاوٹ بن جاتا ہے جب کہ نیند میں میلوں میل اسپیس سمٹ آتی ہے اور فرد نگاہ کے ساتھ سفر کرتا ہے۔

دیکھنے کی طرزوں میں دو باتیں اہم ہیں۔

جس چیز کو ہم دیکھ رہے ہیں،

① اس کی معنوی اور حقیقی حیثیت ہے۔

② وہ چیز حقیقت سے دور یا قریب ہے۔

پہلے نکتے کا تعلق علمِ حضوری سے ہے۔

دوسرا نکتہ علمِ حصولی ہے۔

محترم عظیمی صاحب فرماتے ہیں،

"علمِ حصولی کے دائرے میں نظر مفروضے میں قید ہوتی ہے اور ردّوبدل دیکھتی ہے۔ علمِ حضوری میں کام کرنے والی نگاہ حقیقت پر مبنی ہے اس لئے کہ علمِ حضوری کی نگاہ جو کچھ دیکھتی ہے، اس میں تغیر نہیں ہوتا۔ مثلاً اگر کسی روحانی مسافر نے فرشتے کو دیکھا ہے، وہ اگر سو سال کے بعد بھی فرشتے کو دیکھتا ہے تو فرشتے میں اسے کوئی تغیر نظر نہیں آتا۔ اس کے برعکس ایک آدمی "بکر" کو جوانی کی عمر میں دیکھتا ہے۔ دس سال کے بعد جب اس کو دیکھتا ہے تو اس کے خط وخال میں نمایاں تبدیلی نظر آتی ہے — ردّوبدل اور تغیر میں دیکھنا شعوری حواس کا کام ہے اور اس ماورائی دنیا میں دیکھنا جس میں تغیر نہیں ہے، لاشعوری حواس کا دیکھنا ہے۔"

آنکھ جو کچھ دیکھتی ہے، اسپیس کے دائرے میں دیکھتی ہے۔ آنکھ کو شعوری اسپیس میں دیکھنے کی عادت ہے جو پلکیں جھپکنے کے عمل کا نتیجہ ہے۔ آنکھ کا ڈیلا اور پلکیں ساکت ہو جائیں تو پلکوں کی تقسیم کردہ اسپیس حذف ہوتی ہے یعنی دیکھنے کا شعوری زاویہ معطل ہوتا ہے اور دوسری اسپیس روشن ہوتی ہے جس میں فاصلے زیرِ بحث نہیں آتے۔

"فکشن حواس میں دیکھنے کی طرز یہ ہے کہ ڈیلا حرکت کرتا ہے اور پلک جھپکتی ہے۔ اگر کسی آدمی کی پلکیں باندھ دی جائیں تو چند سیکنڈ کے بعد اس کے سامنے اندھیرے کے سوا کوئی چیز باقی نہیں رہتی یعنی ڈیلوں کے اوپر پلک جھپکنے کے عمل کے ساتھ ساتھ ہلکی ضرب پڑتی ہے وہی باہر سے آنے والے عکس کو دماغ پر منتقل کرتی ہے۔ کیمرے کے لینس کے اوپر جو بٹن لگا ہوا ہے، اس کو ہم پلک جھپکنے سے تعبیر کرتے ہیں۔ جب تک کیمرے کے اندر لگا ہوا بٹن یا کیمرے کی پلک نہیں جھپکے گی یا حرکت میں نہیں آئے گی، فلم پر فوٹو منعکس نہیں ہوگا۔ اسی طرح جب تک آنکھ کے ڈیلوں کے اوپر پلک جھپکنے کا عمل صادر نہیں ہوگا، دماغ کی اسکرین پر کوئی نقش و نگار منتقل نہیں ہوگا۔"

(کتاب: توجیہات)

پلکوں کی نشوونما کے لئے

آدھا کپ دودھ لیں۔ اسے نیم گرم کرلیں۔ کسی فلالین کے کپڑے کو اس نیم گرم دودھ میں بھگو کر آنکھوں پر رکھیں۔ جب اس کی گرمی کم ہو جائے تو ہٹا دیں۔ دونوں آنکھوں پر یہ عمل پانچ پانچ مرتبہ کریں۔ اس سے پلکوں کی نشوونما ہو گی۔

پلکیں نہ جھپکنے کا مطلب آنکھ بند کرنا نہیں ہے، اس کے ساتھ پُتلی اور ڈیلے کا ساکت ہونا ضروری ہے ورنہ دماغ کے اوپر مناظر کی شعوری تقسیم کا سلسلہ جاری رہتا ہے۔ پلکوں اور ڈیلوں کی حرکت کو بیک وقت ساکت کرنے کے لئے خیال کو ایسی مرکزیت پر مرکوز کرنا ہے جو شک اور فکشن سے پاک ہو۔

پلکوں کے جھپکنے کا تعلق جہاں آنکھوں میں چکنائی پیدا کرنے اور گرد سے محفوظ رکھنے سے ہے، وہاں یہ فرد کو اسپیس کی مفروضہ تقسیم سے نکال کر حواس کی رفتار کو بڑھاتی ہیں اور حقیقی اسپیس میں داخل کرتی ہیں۔

عظیمی

روغن گلوسبز

پُرسکون نیند لاتا ہے

سر کے جملہ امراض اور

ہائی بلڈ پریشر میں مفید ہے

چاند کی کرنیں جذب کر کے تیار کیا جاتا ہے

عابد محمود

بندر تماشا

میں مداری نہیں ہوں لیکن ایک بندر ہر جگہ میرے ساتھ ہوتا ہے جس کو قلابازیاں کھانے، سسرال جانے اور کرتب دکھانے کا شوق ہے۔

"اور نفسِ انسانی کی اور اُس ذات کی قسم جس نے اسے ہموار کیا پھر اس کی بدی اور اس کی پرہیز گاری اس پر الہام کردی۔ یقیناً فلاح پا گیا وہ جس نے نفس کا تزکیہ کیا اور نامراد ہوا وہ جس نے اس کو دبا دیا۔" (الشمس: ۷۔۱۰)

اللہ تعالیٰ نے مثبت اوصاف کی بیداری کو نفسِ مطمئنہ قرار دیا ہے اور منفی رخ کی قوت کو نفسِ امّارہ کا نام دیا ہے۔ نفسِ امّارہ مادیت پرستی اور خود غرض خواہشات کا جال ہے جس میں مبتلا فرد راہ کھو دیتا ہے، کانوں اور دلوں پر مہر لگ جاتی ہے اور ہدایت سجھائی نہیں دیتی۔

سڑک پر مجمع دیکھا تو لوگوں کے درمیان سے گزرتا ہوا اگلی صف میں پہنچ گیا۔ مجمع کے عین درمیان میں مداری بندر کا تماشا دکھا رہا تھا۔

بندر دیوانوں کی طرح تماشائیوں کی طرف لپکتا پھر مداری کی طرف آتا اور کبھی ایک جگہ کھڑا ہو کر نظریں جھکا لیتا۔ یہ دیکھ کر سب کی طرح میں نے بھی ہنستے ہوئے تالیاں بجائیں۔

مداری نے ڈگڈگی بجائی اور بندر کو مخاطب کر کے زور سے بولا، بچہ جمورا! کیا چاہتا ہے؟

بندر کی قلابازیاں رک گئیں۔ ہاتھوں کو کمر کے پیچھے باندھا اور ناز و انداز سے چلنے لگا۔

مداری نے ڈگڈگی بجا کر تماشائیوں سے کہا، بھائیو، بہنو اور بچو! بچہ جمورا سسرال جائے گا۔ ہے کوئی جو اسے سسرال پہنچا دے؟

بچے اور بڑے ہنسنے لگے۔

بندر جست لگا کر میری طرف آیا اور بیگ پکڑ کر بھاگنے کی کوشش کی۔ وہ سمجھا کہ بیگ میں اس کے سسرالیوں کو خوش کرنے کے لئے

سامان ہوگا — میں نے بیگ پر گرفت مضبوط کرلی۔ وہ ناراضی کا اظہار کرتا ہوا پلٹ گیا اور مداری کے پاس بیٹھ کر معصوم چہرہ بناتے ہوئے خاموشی سے مجمع کو تکنے لگا۔

مداری نے ڈگڈگی بجا کر پھر پوچھا، ہے کوئی جو بچہ جمورا کو سسرال پہنچادے؟

ایک من چلے نے آواز لگائی، بیگم ایک سال سے میکے گئی ہوئی ہے، اُسے لینے سسرال نہیں جارہا، اِس کو کیسے سسرال لے جاؤں؟

مجمع میں قہقہے گونجے۔

میں نے کہا، میں اس کو سسرال تو نہیں البتہ اسکول لے جاسکتا ہوں۔

مداری نے بندر سے پوچھا، بچہ جمورا! اسکول جائے گا؟ بندر نے خفگی ظاہر کرتے ہوئے پھر سے اچھل کود شروع کر دی۔ وہ سسرال کے علاوہ کہیں جانے پر راضی نہ تھا۔

مداری بولا، بچہ جمورا! تجھے میرے سوا کوئی سسرال نہیں پہنچاسکتا۔ وہ تھیلے سے سرخ رنگ کی ڈوری اور ٹوپی نکال کر بندر سے بولا، آجا بچہ جمورا، سسرال چلنے کے لئے تیار ہوجا!

بندر ٹوپی اور سرخ ڈوری دیکھ کر مداری کے قریب آیا۔ مداری نے ڈوری اس کی کمر سے باندھی اور سر پر سرخ ٹوپی رکھ کر چھڑی سے ٹھوڑی ہلائی۔ بندر دونوں ہاتھ پیچھے کرکے شان سے نوابوں کی طرح چلنے لگا۔ ڈگڈگی بجتے ہی بندر کی بارات چلی۔

لوگوں نے سیٹیاں اور تالیاں بجائیں۔

مداری نے تھیلے سے دروازہ نما فریم نکالا جس پر سسرال کے نام کی تختی تھی۔ دروازے کے آگے غالیچہ، چارپائی، میز اور کرسی بچھائی۔ میز پر کیلے رکھے پھر زمین پر چھڑی مارتے ہوئے کہا، میں جو کہوں گا، مانو گے؟

بندر نے اثبات میں سر ہلایا۔

متعدد کرتب دکھانے کے بعد بندر کو سسرال والے دروازے سے گزارا اور میز پر رکھے پھلوں سے مہمان نوازی کی۔ بندر کھانے میں مگن ہوا تو مداری نے اس کے گلے میں پٹّا ڈال دیا۔ یہ تماشا ختم ہونے کا اعلان تھا۔ لوگوں نے تالیاں بجائیں اور پیسے دے کر بندر اور مداری کی حوصلہ افزائی کی۔

ایک مجمع زندگی کا ہے۔ زندگی کے مجمع میں

بھی کیسے کیسے کرتب ہوتے ہیں۔ کوئی مداری ہوتا ہے اور کوئی تماشائیوں میں کھڑا ہوتا ہے۔ ڈگڈگی بجتی ہے اور سب کسی نہ کسی طرح تماشے کا حصہ ہوتے ہیں۔

میرے ساتھ بھی کچھ ایسا ہے۔

میں مداری نہیں ہوں لیکن ایک بندر ہر جگہ میرے ساتھ ہوتا ہے جس کو قلابازیاں کھانے، سسرال جانے اور کرتب دکھانے کا شوق ہے۔ میں اس بندر سے آشنا نہیں تھا لیکن مداری کا کھیل دیکھ کر احساس ہوا کہ ایک بندر ہے میرے اندر جو میرے ساتھ جوان ہوتا گیا۔ جب تک میں بچہ تھا، اس کو ٹافیوں سے رغبت تھی۔ اب اس کے شوق بدل گئے ہیں۔ سڑک پر بڑی گاڑی دیکھ کر دل مچل جاتا ہے، اپنے گھر سے بڑا گھر دیکھ کر وہ اپنا گھر بھول جاتا ہے۔ لاکھوں کا موبائل، قیمتی ٹیبلیٹ، مہنگے پرفیوم، ریستوران میں کھانا کھانے، گراں قدر لباس اور اس قسم کی چیزوں پر ایسی قلابازیاں کھاتا ہے جیسے خوش رہنا سیکھا نہ ہو۔ میں چاہتے اور نہ چاہتے ہوئے بندر کی ہر خواہش پوری نہیں کرسکتا ورنہ وہ میرا آقا اور میں اس کا غلام بن جاؤں گا۔

اندر کا بندر میرے سامنے خواہشات رکھتا ہے اور غیر محسوس طریقے سے انسیت پیدا کرتا ہے، میں ہر خواہش کو ضرورت سمجھ لیتا ہوں، دن رات اس کے بارے میں سوچتا ہوں۔ سوچ سوچ کر تھک جاتا ہوں تو کوئی دوسرا خیال کھینچ لیتا ہے۔ کھینچا تانی میں ایک موڑ پر احساس ہوتا ہے کہ ہر خواہش ضرورت نہیں ہوتی اور میں ہار مان لیتا ہوں۔

کہتے ہیں کہ ایک چیلا سونا بنانے کا ہنر سیکھنا چاہتا تھا۔ گُرو کی بہت خدمت کی۔ گُرو کا آخری وقت آیا تو چیلے نے بہت اصرار کیا کہ سونا بنانا سکھایا جائے۔ گُرو نے پرچی پر سامان لکھوایا۔ چیلا سامان لے آیا۔ گُرو نے کڑاہی گرم کی اور سونا بنانا سکھایا۔ جب چیلا سونا بنا چکا اور اس کو کسوٹی پر پرکھ لیا تو گُرو نے کہا، آج سے تم آزاد ہو، سونا بنانے کا ہنر سکھا چکا ہوں اور تم نے اس کو کسوٹی پر پرکھ لیا ہے لیکن احتیاط کرنی ہے کہ سونا بناتے ہوئے بندر کا خیال نہ آئے۔

چیلے نے سوچا کہ سونا بنانے سے بندر کا کیا تعلق! وہ اجازت لے کر رخصت ہوگیا۔

سونا بنانے بیٹھا تو دماغ میں بندر کے خیال نے قلابازیاں کھائیں، وہ سونا نہیں بنا سکا۔

یہی حال میرا تھا۔ جب چاہا کہ سونا بننے کے لئے خود کو بھٹی کے حوالے کر دوں، اندر کا بندر اچھلنے کودنے لگتا۔ میں نے سوچا کہ چاہے کچھ ہو، بندر کو لگام دینی ہے۔

فجر کی نماز سے تبدیلی کا آغاز کیا۔ اذان کے وقت آنکھ کھلی۔ بستر چھوڑنے کا خیال آتے ہی اندر کے بندر نے لحاف کو مضبوطی سے پکڑ لیا اور تھپکی دیتے ہوئے کہا، سردی بہت ہے، کل سے پڑھنا۔ دوبارہ آنکھ کھلی تو آٹھ بج رہے تھے، نماز کا وقت گزر چکا تھا۔ روز یہ ہونے لگا۔ حیرت اس بات پر تھی کہ میرے جاگتے ہی بندر جاگ جاتا تھا۔ میں نیند کے زیرِ اثر ہوتا اور وہ چاق و چوبند۔ مجھے تھپکیاں دے کر سلا دیتا۔ آٹھ بجے کے قریب نیند کا زور ٹوٹتا تو بندر کی اچھل کود رک جاتی۔ ہر اچھے کام پر مزاحمت کی۔ کبھی کامیاب اور کبھی ناکام ہوا۔

نیند سے جاگا تو بیگم ناشتہ بنا رہی تھی۔ نہانے کے لئے غسل خانے کا رخ کیا تو اندر کا بندر کانپنے لگا۔ نہیں نہیں، اتنی ٹھنڈ میں کون نہاتا ہے۔ میں نے ہتھیار ڈال دیے کہ ابھی کل ہی تو نہایا تھا، سردی میں روز روز کون نہاتا ہے۔

منہ ہاتھ دھو کر ناشتے کی میز پر بیٹھا تو سامنے انڈا پراٹھا رکھا تھا۔ میں نے منہ بنالیا اور ناگواری سے کہا کہ روز ایک طرح کے ناشتے سے دل بھر گیا ہے۔ میرے دوستوں کی بیویاں تو سری پائے، تِلوں والے نان کے ساتھ مغز، حلوا پوری اور کبھی مرغ چنے کا ناشتہ دیتی ہیں۔ بیگم کا چہرہ اتر گیا۔ گھر کی فضا مکدّر کر کے دفتر روانہ ہوا تو اندر کے بندر نے تالیاں بجا کر داد دی جیسے اس کی جگہ میں نے کرتب دکھایا ہو۔

موٹر سائیکل پر دفتر کے لئے روانہ ہوا تو سڑک پر گاڑیاں دیکھ کر بندر اداس ہو گیا۔ کب تک ایک طرح کا ناشتہ، موٹر سائیکل اور پرانی تنخواہ پر نوکری کرو گے؟ بندر کے کرتب شروع ہوتے ہی میں محرومی کے احساس میں غرق ہو گیا۔

مجھے کمزور دیکھ کر سر پر سسرال جانے والی ٹوپی اور کمر پر سرخ ڈوری باندھی اور نوابوں کی طرح چلتے ہوئے ہدایات دیتا رہا۔ میں نے دفتر میں غیر حاضر دماغی سے کام کیا۔ غلطیاں کیں اور سرزنش بھی ہوئی لیکن اندر کے بندر کو اس کی پروا نہیں تھی۔ وہ محرومیوں کا احساس دلا کر موجودہ نوکری سے محروم کرنا چاہتا تھا اور میں اس کی چاہت پر عمل کر رہا تھا۔

چھٹی کے وقت منیجر عبدالباسط صاحب نے روک لیا۔ کیا ہوا بھائی! غیر حاضر کیوں ہو؟

کیا بتاؤں عبدالباسط صاحب! میرے ساتھ ایک بندر لگا ہوا ہے، اس کی سنتے سنتے بندر بن گیا ہوں۔ سسرال جانے کے انتظار میں رہتا ہوں اور باراتی نہ ملنے پر مایوس ہو جاتا ہوں۔

وہ ہنسی نہ روک سکے۔ کیا خوب تشبیہہ دی ہے۔ سسرال والی زندگی چاہتے ہو جس میں ہر کوئی داماد کے آگے پیچھے پھرے، خاطر مدارات ہو، ناراضی پر سب سہم جائیں۔ تم دکھاوا چاہتے ہو، شان بڑھانا چاہتے ہو؟ انہوں نے پوچھا۔

میں نے بے چارگی سے کہا، اندر کا بندر تو یہی چاہتا ہے کہ وہ تماشائیوں کے حلقے میں ناز و انداز سے چلے، کرتب دکھائے یعنی وصف گنوائے، تالیاں بجیں اور پیسوں کی بارش ہوتی رہے۔ کیا آپ ایسا نہیں چاہتے؟ سالوں سے موٹر سائیکل پر دفتر آرہا ہوں، آس پاس گاڑیاں دیکھتا ہوں تو محرومی جکڑ لیتی ہے۔ کل کو میرے بچے ہوں گے۔ وہ بھی جوڑ توڑ والی زندگی گزاریں گے؟ اگر بندر کی طرح میں بھی سسرال جانا چاہتا ہوں تو اس میں کیا برا ہے؟

وہ گلا کھنکارتے ہوئے بولے، دیکھو میاں! سسرال ضرور جاؤ لیکن اس بات کو جان لو کہ داماد کی قسمیں ہوتی ہیں۔ ایک وہ داماد ہے جس کی دل سے عزت کی جاتی ہے اور خلوص سے آؤ بھگت ہوتی ہے کیوں کہ وہ خوددار ہوتا ہے اور محنت پر یقین رکھتا ہے۔ خاندان بڑھنے کے ساتھ ساتھ اس کے وسائل میں برکت ہوتی ہے۔ اور ایک داماد وہ ہے جس کی خاطر مدارات مجبوری میں کی جاتی ہے، وہ دردِ سر بن جاتا ہے۔ تم موجود وسائل کو نظر انداز کر کے آئندہ وسائل کے لئے ہلکان ہو رہے ہو۔ یہ کیا کر رہے ہو—؟ تم وسائل کے پیچھے نہیں بھاگ رہے، وسائل سے دور ہو رہے ہو۔ جو وسائل موجود ہیں، ان کی قدر کرتے ہوئے آگے بڑھنے کے راستے تلاش کرو۔ اللہ تمہیں بڑی گاڑی اور بڑا گھر دے لیکن اس روّیے کے ساتھ تم پھر بھی خوش نہیں رہو گے کیوں کہ تمہیں دوسروں سے اپنا موازنہ کرنے کی عادت ہے۔ خوشی — عزت اور شکر کے ساتھ رہنے میں ہے۔

مجھے کرتب والا بندر یاد آ گیا جو نگاہوں کی تاب نہ لا کر نظریں جھکا لیتا تھا۔

انہوں نے کہا، جس بندر کی تم نے رفاقت اختیار کی ہے، وہ محنت اور سکون سے محروم کرنا

چاہتا ہے۔ یہ بھی کوئی زندگی ہے کہ آدمی محنت مشقت چھوڑ کر دوسروں کے آسرے پر رہے اور اپنی خودداری کا سودا کرلے —؟ وہ مداری بن کر ڈگڈگی بجا رہا ہے اور تم اس کی ڈگڈگی پر ٹھمک ٹھمک کر گھنگرو توڑ رہے ہو۔

مجھے ہنسی آگئی۔

عبدالباسط صاحب نے کہا، کرتب دکھانے والے بندر کے کام کروگے تو یہی مثال دوں گا۔ صبح سے کتنی غلطیاں کرچکے ہو۔ غیر حاضر دماغی کی یہ رفتار رہی تو بقول میر تقی میرؔ

ے جی کا جانا ٹھہر گیا ہے، صبح گیا یا شام گیا

تمہارا سسرال جانا ٹھہر گیا ہے، صبح گئے یا شام گئے۔ کیا سمجھے —؟ نوکری سے نکال دیے جاؤ گے تو کیا ساس سسر کی آس پر بیٹھو گے؟ خرچے کے لئے بیوی کو میکے بھیجو گے؟

میں گھبرا گیا۔ فوراً نفی میں سر ہلایا۔

دیکھو بھائی! ہر شے قوت رکھتی ہے۔ توجہ جس قوت پر مرکوز ہوتی ہے، وہ حواس کا احاطہ کرلیتی ہے۔ جسے اندر کا بندر کہہ رہے ہو، وہ کوئی اور نہیں، تم خود ہو۔ بندر کا بھی کیا قصور۔ اس نے تمہیں قید کیا ہے تو تم نے بھی اسے قید کرلیا ہے،

معروف روسی ناول نگار لیو ٹالسٹائی نے غلطی سے کسی کے پیر پر پیر رکھ دیا۔ اُس نے خوب برا کہا۔ ٹالسٹائی نے احتراماً سر سے ٹوپی اتار کر معذرت کی اور بتایا کہ میں ٹالسٹائی ہوں۔ وہ شخص شرمندہ ہوا اور کہا، کاش! آپ پہلے اپنا تعارف کرواتے۔ لیو ٹالسٹائی نے جواب دیا، آپ اپنا تعارف کروانے میں مصروف تھے اس لئے مجھے موقع نہیں ملا۔

ڈیوٹی لگا دی ہے۔ تمہارے جاگنے پر وہ جاگتا ہے، تمہارے سونے پر وہ سوتا ہے۔ چوکنّا رہتا ہے کہ اُس کی مرضی کے خلاف کچھ نہ کرو۔ وہ تنگ کر رہا ہے تو تم بھی اسے تنگ کر رہے ہو۔ اسے آزاد کرکے اندر کے 'انسان' سے واقف ہو جاؤ۔ توجہ دینا چھوڑ دو، وہ تم پر توجہ دینا چھوڑ دے گا۔

عبدالباسط صاحب جانتے تھے کہ جسے میں اندر کا بندر کہہ رہا ہوں، وہ کوئی اور نہیں، نفسِ امّارہ ہے۔ اس کو آزاد کرکے میں نفسِ مطمئنہ سے واقف ہوسکتا ہوں۔ فرمانِ الٰہی ہے،

"اے نفسِ مطمئن! اپنے پروردگار کی طرف لوٹ چل۔ تو اس سے راضی، وہ تجھ سے راضی۔ تو میرے بندوں میں شامل ہو جا اور میری جنت میں داخل ہو جا۔" (الفجر: ۲۷۔۳۰)

دانہ ـــــ کھیتی بن گیا

فارسی ادب میں ”مثنوی مولوی معنوی“ کا منفرد مقام ہے۔ مولانا جلال الدین رومیؒ کی شہرۂ آفاق تصنیف چھ دفاتر پر مشتمل ہے جن میں اشعار کی تعداد ہزاروں میں ہے۔ بتایا جاتا ہے کہ مثنوی کی تصنیف کا سبب مولانا رومؒ کے مرید حسام الدین چلپی بنے۔ مولانا رومؒ نے دفترِ اول کے علاوہ ہر دفتر میں ان کا ذکر کیا ہے۔ یہ مثنوی دلچسپ پیرائے میں ظاہر و باطن کا احوال ہے جس سے ہر شخص فہم و فراست کے مطابق حکمت حاصل کرتا ہے۔ یہ مثنوی سادگی، روانی، منقولات و معقولات، نصیحت آمیز جملوں، تلمیحات و استعارات اور دلچسپ واقعات و تمثیلات کی وجہ سے ہر دور میں مقبول رہی ہے۔ ”ماہنامہ قلندر شعور“ کے قارئین کے لئے مولانا رومؒ کی مثنوی کا اردو ترجمہ اختصار کے ساتھ پیشِ خدمت ہے۔

امیر المؤمنین حضرت عمر فاروقؓ سے ملاقات کے لئے قیصرِ روم کا ایلچی آیا۔ گفتگو کے دوران عرض کیا، اے امیر المؤمنین! روح عالمِ بالا سے زمین پر کیوں آئی؟ لاتعداد پرندے پنجرے میں کیسے آگئے؟ جواب میں نفس کی غلامی اور اس کے ترک میں حکایت بیان ہوئی، جبر اور اختیار میں فرق زیرِ بحث آیا۔

اگلے حصے میں مولانا رومؒ فرماتے ہیں،

حضرت آدمؑ نے جنت میں ہونے والی لغزش کو اپنی طرف منسوب کیا کہ اے ہمارے رب! ہم نے خود پر ظلم کیا، اور شیطان نے اسے اللہ کی طرف منسوب کیا کہ اے میرے رب! تو نے مجھے کیوں گمراہ کیا؟

اللہ کے فعل اور ہمارے فعل، دونوں کو دیکھ۔ اگر مخلوق کا فعل موجود نہ ہو تو وہ کسی کو ایسا نہ کہے گا کہ تو نے ایسا کیوں کیا۔ ہمارے افعال اللہ کے حکم سے ظاہر ہوتے ہیں لیکن اللہ نے ہمیں اختیار عطا کیا ہے۔ ہمارے فعل کی جزا کبھی ہمارے لئے سانپ ہے اور کبھی ہماری دوست ہے اس لئے کہ بولنے والا یا حرفوں کو دیکھتا ہے یا مطلب کو، وہ ایک دم دو حالتوں پر کیسے حاوی ہو سکتا ہے؟ اگر معنی کی طرف گیا،

حروف سے غافل ہوا۔ آنکھ بیک وقت آگے اور پیچھے نہیں دیکھ سکتی۔ جس وقت تو آگے دیکھتا ہے، اس وقت تو پیچھے کب دیکھ سکتا ہے؟ یہ سمجھ لے کہ جب آدمی حروف اور معنی پر بیک وقت حاوی نہیں ہوسکتا تو حروف و معنی کا خالق کیسے ہوسکتا ہے —؟

اے بیٹا! اللہ سب پر حاوی ہے۔ اللہ کو ایک کام دوسرے کام سے نہیں روکتا ہے۔ اللہ کے قول نے ہماری جان کو مست کر دیا۔ جس نے مخلوق کو پیدا کیا، وہ اس کو کیوں نہ جانے گا؟

اللہ خالق اور محیط ہے۔

شیطان نے کہا کہ مجھے کیوں گمراہ کیا؟ ایسا کہہ کر شیطان نے اپنے فعل (سرکشی) کو چھپالیا۔

اس کے برعکس حضرت آدمؑ نے عرض کیا،

"ہم نے اپنے اوپر ظلم کیا۔"

وہ اپنے فعل سے ہماری طرح غافل نہ تھے۔ انہوں نے ادب اختیار کیا اور خود کو سزاوار ٹھہرایا اور توبہ کی — توبہ قبول ہوئی۔ جو شخص تعظیم کرتا ہے، عزت پاتا ہے۔ جو شخص شکر لاتا ہے، وہ بادامی حلوا کھاتا ہے۔

پاک چیزیں کس کے لئے ہیں؟

پاک لوگوں کے لئے۔

دوست کو خوش رکھ۔

دوست کو رنجیدہ کر اور نہ رنجیدہ دیکھ۔

ہم پھر قصے کی طرف لوٹتے ہیں۔

ہم اس قصے سے باہر ہی کب نکلے ہیں؟

اگر ہم جہل میں مبتلا ہیں تو وہ اس کا قید خانہ ہے۔ اگر علم سے بہرہ ور ہوں، وہ اس کا محل ہے۔ اگر ہم سو جائیں تو ہم اس کے مست ہیں۔ اگر بیدار ہیں تو اس کے داستان گو ہیں۔ اگر ہم روئیں تو صاف پانی بھرا ابر (بادل) ہیں۔ اگر ہنسیں تو اس وقت ہم بجلی ہیں۔ اگر غصہ اور لڑائی میں ہیں تو قہر کے پرتَو ہیں۔ اگر صلح اور معذرت میں ہیں تو مہر کا پرتَو ہیں۔

اس پیچ در پیچ دنیا میں ہم کیا ہیں؟

الف کی طرح ہیں جس کے پاس کچھ نہیں ہے۔ اگر الف کی طرح تُو خالی ہو جائے تو اس راستے میں یگانہ انسان بن جائے۔ کوشش کر تاکہ تو اللہ کے سوا سب کو ترک کرے۔ اس فانی دنیا سے دل کو ہٹا لے۔

اے بیٹا! اس بات کی انتہا نہیں ہے۔

روم کے ایلچی اور امیر المؤمنین حضرت عمر فاروقؓ کی بات کر۔ روم کے ایلچی نے حضرت عمر فاروقؓ سے روحوں کے آب و گِل* کے جسم میں مبتلا ہونے کا سبب سنا تو اس کے دل میں روشنی پیدا ہوئی۔ سوال اور جواب بھی اس کے سامنے مٹ گیا۔ صحیح اور غلط کے اپنے بنائے ہوئے پیمانوں سے بے نیاز ہو گیا۔ اس نے اصل معلوم کر لی— فروع* کو چھوڑ دیا۔ اشیا کے وجود کا اصل سبب ''کُن'' ہے۔ یہ جان کر حکمت کی بات پوچھنی شروع کر دی۔

عرض کیا، اس میں کیا حکمت اور کیا راز تھا؟ مصفّا شے کو مکدّر مٹی میں قید کرنے کا صاف پانی مٹی میں چھپا ہوا ہے۔ مصفّا روح جسموں سے وابستہ ہو گئی۔ فرمائیے، یہ کیا حکمت تھی؟ پرندے کو پنجرے میں بند کرنے کا کیا فائدہ ہے؟

امیر المؤمنین حضرت عمر فاروقؓ نے فرمایا، تو عجیب بحث کر رہا ہے۔ معنی کو لفظوں میں قید کر رہا ہے۔ آزاد معنی کو تو نے قید کر دیا۔ آواز کو بھی تو نے لفظوں کا پابند کر دیا۔ تو نے فائدے کے لئے یہ کیا ہے حالاں کہ تو خود فائدے سے حجاب میں ہے۔

آدمی جب دل کی بات زبان پر لاتا ہے، وہ معنی اور آواز جیسی چیزوں کو لفظوں میں مقیّد کرتا ہے تو اس میں لامحالہ کوئی نہ کوئی حکمت اور فائدہ پیشِ نظر ہوتا ہے۔ جس ذات نے فائدوں کو تخلیق کیا ہے، جس کے دَم سے مخلوقات کو راحت نصیب ہوتی ہے، اس کے افعال میں فائدہ کیوں مضمر نہ ہوگا؟

روح کے مٹی سے وابستہ ہونے میں لاکھوں فائدے ہیں اور ان میں سے ہر ایک ہمارے لاکھ فائدوں سے بڑھا ہوا ہے۔ ''اُس'' کی گویائی (کُن) جو جانوں کی جان ہے، معنی سے کب خالی ہوگی—؟ سچ کہنا۔ تیری گویائی جو جزوں کا جزو ہے، مفید ہوئی تو کُل کا کُل فائدے سے خالی کیسے ہو سکتا ہے—؟ تو جو ایک جزو ہے، تیرا کام فائدے سے خالی نہیں ہے تو پھر ذاتِ باری جو کُل ہے، اس کے کام پر سوال کیسے کرتا ہے؟

بولنے میں فائدہ نہ ہو تو نہ بول۔ اگر فائدہ ہو تو اعتراض چھوڑ دے اور شکریہ ادا کر۔ اللہ کا شکر ہر گردن میں طوق کی طرح ہونا چاہئے۔ جھگڑا کرنا اور منہ بگاڑنا چھوڑ دے۔ اگر تُرش رَو ہونا شکر ہے تو سرکہ جیسا شکر گزار کوئی نہیں

* آب و گِل (پانی اور مٹی) * فروع (اشیا کے وجود کے جزوی اسباب)

ہے۔ اگر سرکہ کو جگر میں جانے کا راستہ چاہئے تو کہہ دو کہ شکر سے مل کر سکنجبین بنے۔

معنی یہ ہیں کہ اگر تیری بات مفید نہیں تو ایسی بات چھوڑ دے — غیر مفید سوال کرنا درست نہیں۔ مفید سوال بھی اعتراض کی شکل میں نہیں ہونا چاہئے بلکہ شکر گوئی کے طریقے پر ہونا چاہئے۔

شعر میں معنی بیان کرنا جنگل کے پتھروں کی طرح ہے، ان کا ضبط کرنا ممکن نہیں۔ مطلب یہ ہے کہ اس موضوع کی وضاحت شعر گوئی کے ذریعے نہیں ہو سکتی۔ شعر میں معنی توڑ پھوڑ کر سموئے جاتے ہیں جب کہ معنی وسیع شے ہے۔

جو اللہ کی دوستی چاہتا ہے، وہ اولیاء اللہ کے ساتھ بیٹھنے کا قصد کرے۔ وہ ایلچی اُس جگہ پہنچ کر شاہ بن گیا۔ اللہ کی قدرت کا فریفتہ ہو گیا۔ ایک دو جام سے بے خود ہو گیا — نہ اُس کو سفارت یاد رہی نہ پیغام۔ سیلاب دریا میں پہنچا، دریا بن گیا۔ دانہ جب کھیت میں پہنچا، کھیتی بن گیا۔ سیلاب جب دریا میں پہنچا، فنا ہو گیا۔ ابر سورج کی تلوار کے آگے دھوپ بن گیا۔ روٹی کا تعلق جب آدمی سے ہوا، مردہ روٹی* زندہ اور باخبر ہو گئی۔ موم اور سوختہ لکڑی جب آگ پر قربان ہوئی، اس کی تاریک ذات انوار بن گئی۔ سرمے کا پتھر جب آنکھوں میں پہنچا، بینائی کا پتھر اور آنکھ کا نگہبان بن گیا۔ ناقص، کامل کی قربت سے کمال حاصل کرتا ہے۔

بہت مبارک باد کے قابل ہے وہ شخص جو نفس کی غلامی سے نکل گیا اور کسی زندہ کے وجود سے وابستہ ہو گیا۔

افسوس ہے اس زندہ* پر جو مُردے* کا ہم نشیں ہوا۔ مُردے کی ہم نشینی اختیار کر کے وہ مردہ ہو گیا اور زندگی اس سے نکل بھاگی۔

جب تو قرآن کریم کی پناہ میں آ گیا تو انبیا کرام علیہم السلام کی تعلیمات سے گھل مل گیا۔ قرآن کریم میں انبیا کرام علیہم السلام کے احوال ہیں۔ اگر تو قرآن کریم پڑھتا ہے تو عمل کرنے والا بن۔ انبیا کرام علیہم السلام اور اولیاء اللہ کا دیدار سمجھ۔ ان کی تعلیمات پر عمل کی طرح

---

*روٹی (مولانا رومؒ دفترِ اول میں فرماتے ہیں کہ روٹی جب تک دسترخوان پر موجود ہے، بے روح ہے۔ جسم میں جا کر ہشاش بشاش روح بن جاتی ہے — اسے حرکت میں لے آتی ہے۔)

* زندہ (جس کو صلاحیتیں عطا کی گئیں) * مردہ (باطنی صلاحیتوں سے غافل)

ان کی زیارت بھی مفید ہے۔ اگر تُو عمل پیرا ہے تو جب تُو قرآن کریم پڑھے گا تو تیری جان کا پرند پنجرے* میں تنگ ہو جائے گا۔ جو پرند پنجرے میں قیدی ہے، چھٹکارا نہ چاہے اور قرآن کریم کی تعلیمات پر عمل نہ کرے تو نادان ہے۔

انبیا کرام علیہم السلام اور اولیاء اللہ کی روحیں پنجروں سے آزاد ہو گئی ہیں۔ قفس کے باہر سے ان کا پیغام اس طرح آتا ہے کہ لوگوں کو سیکھنے کا درس دیتا ہے، کہتا ہے کہ تمہارے چھٹکارے کا راستہ یہی ہے یعنی الہامی کتابوں اور آخری آسمانی کتاب قرآن کریم کی تعلیمات پر عمل کرنا۔ اس راستے کے علاوہ اس پنجرے سے آزاد ہونے کی کوئی تدبیر نہیں ہے۔

اپنے آپ کو رنجور اور زار و نزار* بنالے یعنی منکسر المزاج بنالے تاکہ تجھے شہرت سے نکال لائیں۔ مخلوق میں شہرت مضبوط بیڑی* ہے۔ راہ میں یہ لوہے کی بیڑی سے کب کم ہے۔ تکبر اس راہ میں رکاوٹ ہے۔ اے اچھے ساتھی! ایک قصہ سن تاکہ اس گہرے سمندر کی موافق ہوا کو تو سمجھ لے۔ (آئندہ ماہ پڑھئے)

احساسِ ذمہ داری

روایت ہے کہ قونیہ (ترکی) میں گرم پانی کا چشمہ تھا۔ مولانا جلال الدین رومیؒ اکثر وہاں غسل کے لئے جاتے تھے۔

ایک روز حسبِ معمول غسل کے لئے چشمے پر جانے کا ارادہ کیا تو ان کے وہاں پہنچنے سے پہلے عقیدت مندوں نے غسل کے لئے جگہ مخصوص کی۔ مولانا رومؒ وہاں پہنچے تو اس جگہ پر کوڑھی نہا رہے تھے۔

عقیدت مندوں نے سختی کر کے جگہ خالی کروانے کی کوشش کی جو مولانا رومؒ کو ناگوار گزرا۔ انہوں نے سرزنش کر کے ایسا کرنے سے روک دیا اور جگہ خالی ہونے کا انتظار کیا۔

جب کوڑھی نہا کر چلے گئے تو مولانا رومؒ نے پانی لے کر اسی جگہ غسل کیا۔ اس کے بعد عقیدت مندوں سے فرمایا،

”احتیاط اچھی چیز ہے مگر بیماروں سے نفرت نہیں کرنی چاہئے۔ یہ لوگ کل تک تمہاری طرح خوب صورت جسموں کے مالک تھے۔“

* پنجرہ (دنیا۔قید) * رنجور اور زار و نزار (ناتواں۔عاجز) * بیڑی (قید، پابندی)

Manufacturer of
Embroided Lace & Fabrics

PRIME LACE INDUSTRIES
(PVT.) LTD.

C-8, S.I.T.E, Hyderabad
Tel: 022-3880107 Fax: 022-3880381

اقتباسات

"ماہنامہ قلندر شعور" کو گُل دستہ بنانے کے لئے قارئین کی کوشش قابلِ قدر ہے۔ قرآن کریم، آسمانی کتابوں، ملفوظات، تاریخ، انکشافات اور سائنسی فارمولے بھیج کر اس رسالے کا حصہ بن سکتے ہیں۔ تحریر کم و بیش 120 الفاظ پر مشتمل ہو۔

حدیثِ قدسیؐ کے مطابق اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے، "روزہ میرے لئے ہے"۔ روزہ اللہ اور بندے کے درمیان معاہدہ ہے۔ روزے میں دکھاوا نہیں ہوتا۔ انسان کو رمضان المبارک کے دوران حصولِ معاش، حقوق اللہ، حقوق العباد اور آرام کرنے کے لئے آٹھ آٹھ گھنٹے مل جاتے ہیں۔ ان میں سے آٹھ گھنٹے محض باطن کا تزکیہ کرنے کے لئے میسر آجاتے ہیں۔ "جس نے خود کو پہچان لیا، اُس نے اپنے رب کو پہچان لیا۔" یہ تمام اعمال انسان کو اتنا نورانی کردیتے ہیں کہ وہ خود کو لطیف محسوس کرکے عید کا چاند دیکھتا ہے۔ یہ کیفیت اس کا احاطہ کرلیتی ہے۔ (سعدیہ۔ ابوظہبی، کتاب: آگہی)

حضرت ابو محمد بن جعفر بن نصیر خالدیؒ بیان کرتے ہیں کہ میں ایک دن حضرت جنیدؒ کی خدمت میں حاضر ہوا تو ان کو بخار میں مبتلا پایا۔ میں نے عرض کیا کہ اے استاذ! آپ حق تعالیٰ سے دعا کریں کہ وہ صحت بخشے۔ حضرت جنیدؒ نے فرمایا، میں نے کل دعا کی تھی۔ میرے دل میں آواز آئی کہ اے جنید! تمہارا جسم ہماری ملکیت ہے، ہمیں اختیار ہے، چاہے تندرست رکھیں یا بیمار، تم کون ہو کہ ہمارے اور ہماری ملکیت کے درمیان دخل دو — اپنا اختیار ختم کرو تاکہ بندے بن جاؤ۔ (یونس عقیل۔ لاہور کتاب: کشف المحجوب)

جذبات، خیالات اور تقاضوں کے زیرِ اثر ذہن ایک حالت سے دوسری حالت اور ایک کیفیت سے دوسری کیفیت میں منتقل ہوتا رہتا

ہے۔ وہ کسی ایک چیز پر ٹھہرتا نہیں ہے۔ خیالات کی یلغار سے انسان کو ان مقامات کا ادراک نہیں ہوتا جو اس کی اصل ہیں۔ ریڈیو اسٹیشن سے نشریات لہروں کے ذریعے فضا میں منتقل ہو جاتی ہیں۔ ان لہروں کی مخصوص فریکوئنسی ہوتی ہے۔ مختلف جگہوں پر ریڈیو سیٹ جو دراصل ریسیور ہیں، ان لہروں کو وصول کرتے ہیں، وصول کرنے کے لئے ضروری ہے کہ ریڈیو سرکٹ کی فریکوئنسی وہی ہو جو نشریاتی لہروں کی ہے۔ جب دونوں فریکوئنسی یکساں ہو جاتی ہیں تو ریسیور آواز کو پکڑ لیتا ہے۔ (مہوش۔ کراچی، کتاب: مراقبہ)

خاص روزہ خاص بندوں کا ہے کہ اعضائے بدن کے ساتھ ان کا قلب بھی فکر و وسواس سے محفوظ رہتا ہے اور سوائے ذکرِ الٰہی کے، کسی چیز کا بھی ان کے دل میں گزر ہونے نہیں پاتا۔ یہ کمال کا درجہ ہے اور چوں کہ اس کا حاصل کرنا ہر شخص کا کام نہیں ہے اس لئے کم سے کم اتنا خیال تو رکھنا چاہئے کہ ایسے کھانے پر روزہ افطار کیا کرو جو حلال اور پاک ہو اور وہ بھی اتنا نہ کھاؤ کہ جس سے معدہ بھاری اور بدن سست ہو جائے کہ تہجد کو آنکھ نہ کھلے یعنی ایسا نہ کرو کہ دن کے چھوٹے ہوئے کھانے کی بھی تلافی افطار کے وقت کرنے لگو۔ ایسا کرنے والوں کو روزہ کا اتنا نفع نہیں ہوتا جتنا کہ سستی سے نقصان ہوتا ہے۔ (نورین خالد۔ سکھر، کتاب: خطباتِ غزالیؒ)

جب ہم کوئی علم سیکھتے ہیں یا کسی چیز کے بارے میں معلومات حاصل کرنا چاہتے ہیں تو ہم ایک طریقہ اختیار کرتے ہیں اور وہ یہ ہے کہ اس چیز کو سمجھنے اور جاننے کے لئے تفکر کرتے ہیں اور ہمارے ذہن میں یہ تجسس پیدا ہوتا ہے کہ اس چیز کی اصلیت کیا ہے، یہ کیوں ہے اور کس لئے ہے۔ اگر چھوٹی سے چھوٹی بات میں تفکر کیا جائے تو اس چھوٹی سی بات کی بڑی اہمیت ہے اور اگر کسی بڑی سے بڑی بات پر غور و فکر نہ کیا جائے تو وہ بڑی بات غیر اہم اور فضول بن جاتی ہے۔ تفکر سے ہمیں کسی شے کے بارے میں علم حاصل ہوتا ہے اور پھر تفکر کے ذریعے اس علم میں جتنی گہرائی پیدا ہوتی ہے، اسی مناسبت سے کسی چیز اور اس کی صفات سے ہم باخبر ہو جاتے ہیں۔

(عبداللہ۔ اسلام آباد، کتاب: توجیہات)

محمد عدنان خان

کورشِ اعظم

زمانیت کی بے رنگی سے طلوع ہونے والی مکانیت کے طول و عرض پر پھیلی ایک ایسے سرخیل رَزم و بزم طلسم کی داستان جس کے قدموں کی دھمک سے زمین لرزہ بر اندام تھی اور جس کے نام کا کواکب میں شہرہ تھا۔

گزشتہ اقساط کا خلاصہ: قدیم سلطنت فارس کی ابتدا موجودہ ایران کے قدیم علاقے انشان سے ہوئی جس کا حکمران کمبائسس تھا۔ وہ مدائن (میڈیا) کے بادشاہ استغیز کا داماد تھا۔ کمبائسس اور شہزادی منڈانہ شادی کے کئی سال تک بے اولاد تھے۔ ایک شب منڈانہ نے خواب دیکھا جس کی تعبیر بادشاہ کے لئے پریشان کُن تھی۔ اس نے وزیر ہاراپاگس کی مدد سے بچے کو مارنے کا منصوبہ بنایا۔ شاہی چرواہے میتھرابیٹس اور اس کی طبیبہ بہن کو جبراً ذمہ داری سونپی گئی۔ قدرت کو بچے کی حفاظت منظور تھی۔ جس روز شہزادی کے ہاں ولادت ہوئی، اسی روز چرواہے کے گھر مردہ بچہ پیدا ہوا۔ طبیبہ نے بچہ تبدیل کر کے بھائی کو دے دیا۔ بچے کا نام کورش رکھا گیا۔ وہ غیر معمولی صلاحیتوں کا حامل تھا۔ ایک روز شاہی لڑکوں نے اس کی بکریوں کے ریوڑ پر حملہ کر دیا۔ اس نے انہیں مار بھگایا اور بعد میں گرفتاری دے دی۔ بادشاہ کے سامنے پیش کیا گیا تو استغیز اس کے نقوش دیکھ کر چونک گیا۔ کورش کی حقیقت معلوم ہونے پر بادشاہ کی نیندیں اڑ گئیں۔ مارنے کی کوشش کی تو وہ زندان سے فرار ہو گیا۔ ملکہ اور منڈانہ کو خبر ہو گئی تھی۔ انشان واپس جاتے ہوئے ماں کو بچھڑا ہوا بیٹا مل گیا۔ وہ اسے انشان لے آئی۔ کورش اور مدائن کے بادشاہ استغیز کے درمیان جنگ کا آغاز ہوا۔ اب آگے پڑھئے۔

کورش بابل میں شاہی مہمان تھا۔ دوپہر کے وقت شاہی مہمان خانے سے نکلا تو جنگلی گلِ ادریسی کی خوش بو نے استقبال کیا۔ وہ ٹہلتا ہوا نہ جانے کہاں جا کر بیٹھ گیا۔ نگاہیں فلک کے پار کسی کی تلاش میں تھیں۔

افرند اس کے ہمراہ تھا۔ ایک موقع پر کورش کی جانب دیکھا تو کرنٹ کی ایک رَو جسم میں سے گزر گئی جس کی تاب نہ لا کر وہ لڑکھڑا گیا۔ کورش کا ارتکاز ٹوٹا۔ اس نے دوست کی طرف ہاتھ بڑھا کر سہارا دیا۔ آنکھوں کی سفیدی میں

سرخ ڈوروں کو دیکھ کر افرند نے دھیمی آواز میں پوچھا، کورش! تم کون ہو؟

اس کے لبوں پر مسکراہٹ آگئی۔

میں خود اپنی تلاش میں ہوں۔ مٹی کے پُتلے میں چھپے جوہر کو جاننے کی جستجو میں ہوں۔ بیٹھے بیٹھے گرد و پیش سے بے خبر ہو جاتا ہوں۔ جانتے ہو افرند! جسے ہم آنکھ سمجھتے ہیں، یہ آنکھ نہیں ہے بلکہ پردہ ہے اندر میں نگاہ کا۔ دیکھنے کے عمل کو مٹی سے بنی ہوئی آنکھوں سے منسوب کرنا دھوکا ہے۔ ہم سمجھتے ہیں کہ کان سنتے ہیں، کان کہاں سنتے ہیں! اندر میں کوئی سنتا ہے اور دماغ کی اسکرین پر تصویریں بنا دیتا ہے۔ اگر کان سنتے تو کسی کے پکارنے پر کبھی کبھار ہم متوجہ نہیں ہوتے۔ کیوں —؟ ہمارے سوتے ہی کان بھی سو جاتے ہیں لیکن آوازیں سماعت بنتی ہیں اور انہیں یہ کان نہیں، کوئی اور سنتا ہے۔ ہم فریب میں مبتلا ہیں اسی لئے دربدر ہیں، کوئی جائے امان نہیں۔ دل بے چین ہے، خوش رہنے کے لئے سہارے تلاش کرتے ہیں۔

؎ تمام عمر سہاروں پہ آس رہتی ہے
تمام عمر سہارے فریب دیتے ہیں

دیکھو افرند! صحرا کی طرف دیکھو۔ نگاہ کہتی ہے کہ وہ رہا پانی لیکن ہم جانتے ہیں کہ وہ پانی نہیں، ریت ہے، گرم ریت۔ پانی اور ریت میں زمین آسمان کا فرق ہے پھر ہم کیا دیکھ رہے ہیں اور کس کے دیکھنے کو دیکھ رہے ہیں؟

خاموش رہنے والا کورش آج بول رہا تھا۔ اس کی باتیں افرند کے لئے نئی دنیا روشن کر رہی تھیں۔ کورش نے کہا، چلو! واپس چلتے ہیں۔

آج سے مقابلوں کا آغاز ہونا تھا۔ ڈھول کی تھاپ گونج رہی تھی۔ مہمانوں کو لینے شاہی بگھی پہنچ چکی تھی۔ انشان کا حکمران کمبائسس ہوشیار تھا۔ اپنے حفاظتی دستے میں زیرک سپاہی شامل کئے تھے۔ شاہی چبوترے کو خوب صورتی سے سجایا گیا تھا۔ مقابلوں کی ابتدا تیراندازی سے ہوئی۔ ایک سے بڑھ کر ایک تیرانداز تھا۔

کمبائسس اور کورش کو معائنے کے لئے بابل کی فوج کے زیرِ استعمال تیر کمان پیش کئے گئے جو بناوٹ میں اعلیٰ تھے۔ خصوصاً کمان پر چڑھائی گئی بان کی رسّی جس گھاس پھوس سے بٹ کر بنائی گئی تھی، وہ کمیاب تھی۔ پتہ چلا کہ بابل کی

فوج اس کی خاص طور پر کھیتی کرواتی ہے۔

ریاست انشان کے زیرِ استعمال تیر کمان بابل سے اچھے تھے مگر کورش یا کمبائسس نے اظہار نہیں کیا بلکہ میزبان کا احترام کرتے ہوئے بابل کے ہتھیاروں کی تعریف کی۔

مقابلہ جیتنے والے ایک نوجوان نے کورش کی طرح چہرہ ڈھانپا ہوا تھا۔ وہ اپنے مخصوص لباس کی وجہ سے لوگوں میں منفرد تھا۔

تلوار بازی شروع ہوئی۔ ایک سے بڑھ کر ایک تلوار باز تھے مگر ان میں اُس نوجوان کا ثانی نہیں تھا جس نے چہرہ ڈھانپا ہوا تھا۔ فنونِ حربی (Martial Arts) کے مقابلے ہوئے تو اُس نے جو اٹھا پٹخ کی، وہ قابلِ دید تھی۔ کورش اس کا معترف ہوگیا۔ وہ چاہتا تھا کہ اس کی مہارت کو مزید جانچنے کے لئے خود میدان میں اترے جس کے سامنے بڑے بڑے سورما پانی بھرتے دکھائی دے رہے تھے مگر یہ میدان، میدانِ عمل نہ تھا۔ کمبائسس بھی بیٹے کو اجازت نہ دیتا کہ کورش کی جیت میزبان کی شرمندگی کا باعث ہوتی اور اگر وہ ہارتا تو بحیثیت مہمان، اُن کے لئے مناسب نہ تھا۔ الغرض ہر مقابلہ اس نوجوان نے جیتا۔

تعجب اس بات پر تھا کہ نوجوان کا نام پکارا گیا اور نہ تعارف پیش کیا گیا۔ کورش نے ایک آدھ مرتبہ ساتھ بیٹھے بابل کے حکمران نبیونائڈس سے جاننے کی کوشش کی تو اس نے جھینپے ہوئے انداز سے لاعلمی کا اظہار کیا۔ لگتا تھا کہ وہ کچھ چھپا رہا ہے۔ نوجوان کی فتح کے اعلانات پر بھی نبیونائڈس کے چہرے پر بے چینی تھی۔

کورش، نوجوان سے ملنا چاہتا تھا اور انعام کے طور پر کچھ پیش کرنا چاہتا تھا۔ یہ شاہی آداب کے عین مطابق تھا۔ کمبائسس کی درخواست پر نوجوان کو بلایا گیا۔ کورش نے اپنے گلے میں موجود قیمتی ہار اور انگلی میں پہنی ہوئی انگوٹھی پیش کی اور انشان آنے کی دعوت دی۔ لگتا تھا، نوجوان کو بولنے کی اجازت نہیں تھی، وہ سر کو اثبات میں جنبش دے کر پلٹ گیا۔ اس کے دائیں بائیں لحیم شحیم سپاہی تھے جیسے وہ کوئی خطرناک قیدی ہو۔ مقابلوں کے اختتام پر مہمانوں کے لئے پُر تکلّف دعوت کا اہتمام تھا۔

افرند، کورش کے گوش گزار کر چکا تھا کہ نوجوان وہ نہیں ہے جیسا نظر آیا۔

؎ کچھ تو ہے جس کی پردہ داری ہے

افرند کی معلومات کے مطابق وہ لڑکی تھی، تعلق اخمینی قبیلے سے تھا۔ نیبو نائڈس کے بیٹے بیل شازار کی قید میں تھی۔ نام 'کیس ان ڈین' تھا۔ بیل شازار نے اس کے باپ کو جو حکومت میں بڑے عہدے پر تھا، اپنی مخالفت پر قتل کروادیا تھا اور بیٹی کو قید خانے میں ڈال دیا تھا۔

بیل شازار عیش پرست اور بدفطرت شخص تھا۔ کیس ان ڈین بچپن سے سامانِ حرب و ضرب چلانے کی شوقین ہونے کے ساتھ ہنرِ رزمی کی ماہر تھی۔ شازار نے جب سے اسے دیکھا تھا، پیچھے پڑ گیا تھا۔ کیس ان ڈین اس سے نفرت کرتی تھی۔ اس کے مزاج سے واقف تھی اور جانتی تھی کہ شازار اس کے باپ کا قاتل ہے۔

انشان کی فوج نے تین سال آرام سے بیٹھ کر نہیں گزارے تھے۔ کورش نے انہیں مشقوں میں مصروف رکھا تھا۔ کورش ان کی خوراک اور معاشی ضرورتوں کا خیال رکھتا تھا۔ اس کے نزدیک سپاہ گری میں یہ عوامل بہت اہم تھے۔ دوسری طرف مدائن کی فوج کے پاس سہولتیں تھیں مگر مشقوں کی کمی اور لڑنے کا جذبہ نہیں تھا۔ ہتھیاروں میں بھی خاص جدت نہ تھی۔ بڑی فوج اور معاشی طور پر مضبوط ہونے کی وجہ سے وہ خود کو ناقابلِ تسخیر سمجھتے تھے۔

ریاستِ انشان کا ماننا تھا کہ تلوار تیز دھار نہ ہو تو اسے پھینک کر نہتّے لڑنا چاہئے۔ انشان کی تلواروں کی دھار کا یہ عالم تھا کہ وار خالی نہ جاتے تھے۔ کورش جانتا تھا کہ جنگیں جذبے سے لڑی جاتی ہیں۔ اپنے لوگوں میں حب الوطنی کا جذبہ پیدا کر دیا تھا۔ سپاہیوں کا حوصلہ بڑھانے کے لئے وہ خود بھی میدان میں رہتا اور مشقوں کا جائزہ لیتا تھا۔ مدائن تک خبریں پہنچی تھیں، وہ انشان کی اینٹ سے اینٹ بجانے کے لئے اپنے تئیں تیاری کر رہا تھا۔

ہاراپاگس کی جانب سے معلومات کی ترسیل جاری تھی۔ وہ سپاہیوں کے ایک بڑے حصے کو اپنا ہم خیال بنانے میں کامیاب ہو گیا تھا۔ یہ ایک طرح کی غیبی مدد تھی جس کے لئے کورش یا کمبائسس نے کوشش کی نہ ان کی نیت تھی۔

جنگ کے بادل مدائن اور انشان کو لپیٹ میں لے چکے تھے۔ جنگ کے خوف نے مدائن کی اشرافیہ کی نیندیں اڑادی تھیں۔ کورش ان کے حواس پر سوار تھا۔ مدائن میں اشرافیہ کی چھوٹی

بڑی تقریب کورش کے ذکر سے خالی نہ تھی۔ وہ ان کے لئے خوف کی علامت بن گیا تھا جب کہ مدائن کے عوام میں اس کی مقبولیت انتہا پر تھی۔ وہ جانتے تھے کہ کورش عادل اور نیک صفت ہے اور قتل و غارت گری کو ناپسند کرتا ہے۔ وہ اس کی والدہ شہزادی منڈانہ سے بھی والہانہ عقیدت رکھتے تھے۔ اس کی سخاوت کے قصے مدائن میں زبان زدِ عام تھے۔ کورش کی مدائن میں مقبولیت کی ایک وجہ یہ تھی کہ وہ شہزادی منڈانہ کا بیٹا اور استغیز کا نواسہ تھا۔ لوگ کورش کی بہادری کے قصے بہت شوق سے سنتے اور سناتے تھے۔

کورش کی عوام میں بڑھتی ہوئی مقبولیت نے بادشاہ استغیز کو بہت کچھ سوچنے پر مجبور کر دیا تھا۔ مدائن کی فضا میں یاسیت اور مایوسی چھائی ہوئی تھی۔ لوگ اپنے بادشاہ کی جانب سے مسلط کی جانے والی لاحاصل جنگ پر بے چین اور مضطرب تھے۔ دونوں جانب کی افواج ایک دوسرے کی طرف سے حملے کے لئے ہوشیار اور سرحدوں پر موجود تھیں۔ کورش خود بھی اگلے مورچوں پر سپاہیوں کے حوصلے بلند کرنے جاتا تھا۔ افرند اس کے اچھے برے وقت کا ساتھی تھا۔ وہ ساتھ ساتھ سفر کرتا تھا۔ دوسری جانب مدائن کے سالار اپنے سپاہیوں کا لہو گرمانے کی کوشش کر رہے تھے۔ الغرض جنگ چنگاری کی منتظر تھی جس کے آغاز کی ذمہ داری لینے کے لئے انشان تیار نہ تھا۔

کورش اور اس کے سالار حالات پر نظریں جمائے ہوئے تھے۔ وہ کورش کے مزاج سے واقف تھے اور وفادار تھے۔ جانتے تھے کہ کورش اپنے جانی دشمن کو بھی پورا موقع فراہم کرتا ہے کہ وہ پہلے وار کرے تاکہ اس کے دل میں کوئی حسرتِ ناتمام نہ رہ جائے۔ پھر جب کورش وار کرتا ہے تو دشمن کو دوسرا سانس لینے کا موقع نہیں دیتا۔

سرحد کے قریب مدائن کے علاقے میں بڑی دعوت کا انتظام تھا۔ سپاہیوں کو خبردار رہنے اور دشمن پر نظر رکھنے کا حکم تھا۔ مرکزی خیمے سے کچھ دور نقّارہ نصب تھا جس پر تعینات نقّارچی ڈیوٹی سے غافل آگ پر ہاتھ تاپتے ہوئے باتوں میں مشغول تھے۔ اتنے میں ایک بڑے افسر کے خیمے سے سایہ برآمد ہوا۔ ایسا لگا جیسے بُڑبڑا رہا ہو۔ جب وہ نقّارے کے سامنے

پہنچا تو بُڑ بڑاہٹ میں اضافہ ہو گیا تھا گویا وہ کسی سے لڑ رہا ہو یا لڑ کر آیا ہو۔ اس کیفیت میں اس نے نقّارے کے ایک طرف ستون سے لٹکتے نقّارے پر ضرب لگانے والے ڈنڈوں کو اتار لیا۔ وہ جس کیفیت میں تھا، کوئی اس کے سامنے ہوتا تو اسے ڈنڈوں سے مارنا شروع کر دیتا۔ پھر اس نے ڈنڈوں کی زوردار ضربیں ڈھول پر لگانا شروع کر دیں۔ یہ عام آواز نہیں تھی، طبلِ جنگ تھا گو بے ربط تھا مگر چنگاری ثابت ہوا۔

سرحد کے اُس پار انشان کے فوجی چوکنّا تھے اور ابتدائی آواز کا تجزیہ کر رہے تھے۔ ادھر مدائن کے دیگر مورچوں میں موجود سالاروں نے سمجھا کہ یہ انشان کی جانب سے طبلِ جنگ ہے۔ بس پھر کیا تھا، ڈھول کی دم بدم بدم بدم دم بدم بدم کی آوازوں نے ماحول گرما دیا۔

انشان کے سپاہیوں نے جس تیزی سے اپنے آپ کو منظم کیا، وہ قابلِ تعریف تھا۔ وہ ترتیب اور تنظیم کے ساتھ منصوبے پر عمل کرتے ہوئے مدائن کی سرحدوں میں داخل ہو گئے۔

جیسے جیسے صبحِ کاذب کی روشنی پر صبحِ صادق کا نور غالب آرہا تھا، ویسے ہی انشان کے سامنے مدائن کے سپاہی مغلوب ہوتے جا رہے تھے۔ جنگ نے سرحدی پٹی کو یک بیک لپیٹ میں لے لیا تھا۔ جس کا خدشہ تھا، ہو چکا تھا۔

کورش نے پہلے ہی اپنی فوج کو چھوٹے بڑے ٹکڑوں میں تقسیم کر کے اہداف مقرر کر دیے تھے اس لئے ان کی صفوں میں بوکھلاہٹ کی بجائے نظم و ضبط اور اعتماد تھا۔ جنگ جو صبح منہ اندھیرے شروع ہوئی تھی — عصر تک جاری رہی۔ انشان کے سپاہی اپنے اہداف کامیابی سے حاصل کر چکے تھے اور تھک گئے تھے۔

مدائن کی فوج کا بھاری نقصان ہوا اور وسیع علاقہ انشان کے قبضے میں آ گیا۔ کثیر تعداد میں مدائن کے سپاہی گرفتار ہوئے۔ یہ مدائن کے لئے ہر لحاظ سے بڑی شکست تھی۔ ان کے حوصلے پست ہو چکے تھے۔ استغیز تک خبر نہیں پہنچی تھی۔ کورش نے حالات کا جائزہ لینے کے بعد کچھ وقت کے لئے جنگ بندی کا اعلان کیا۔

مدائن کے جو سپاہی بچ گئے تھے، انہوں نے جنگ بندی کے اعلان پر سکون کا سانس لیا۔ نقصان ان کی سوچ سے زیادہ تھا۔

(قسط : ۱۷)

DEFENCE
3D - OPG - CEPH

3 DIMENSIONAL DENTAL IMAGING CBCT SYSTEM

KARACHI

3D

Free software provide with implant library to all consultant for Nerve Tracing. Cephalomatric Tracing, Implant Planing.

Maxillofacial

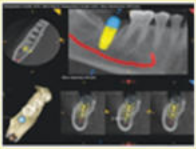
Implant Planning

OPG

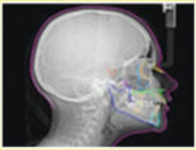
CEPH

Take Your Practice to the Next Level !

Defence branch:
0213-8941506 - 0343-7180348
Building # 7-C, Shop # 1, Street 10, Badar Commercial Area, Phase 5 Ext. DHA, Karachi.

Sharfabad branch:
0213-4920777 - 0320-4690899
Plot # 87, Shop # 2, Zulekha Tower, Block-3, BMCH Society, Main Jamal-ud-Din AfghaniRoad, Sharfabad, Karachi.

Email: info@3d-diagnostic.pk Web: www.3d-diagnostic.pk

ONLINE COACHING

From class 9th to BSc

Tania Riaz

Qualification:

BSc in Double Maths & Physics

Experience:

6 Years of experience in Teaching

Subjects to Teach

- Mathematics
- Physics
- Computer

More Info

GMAIL
taniariaz551@gmail.com

Call us
+92 332 8875 840

A GREAT PLACE TO LEARN ONLINE

5th to Msc for all subject

- One paper preparation
- General Knowledge

Enrol Now

More Info

GMAIL
azka.info94@gmail.com

Call us :
+92 300 1208419

ڈاکٹر حسرت کاسگنجوی

اُلّو

اُلّو انسانوں کا دوست ہے، چوہے اور دوسری فصلوں کو نقصان پہنچانے والے جانوروں کو کھا کر ہمارے ساتھ بھلائی کرتا ہے۔ ہم اس کی بھلائی کا صلہ حقارت کے روپ میں دیتے ہیں۔ ہمیں اُلّو سے سدا کا بیر کیوں ہے اور کب تک رہے گا؟

جتنی کہانیاں اُلّوؤں کے بارے میں زبان زد ہیں، شاید ہی کسی اور پرندے کے بارے میں ہوں۔ تعریف کی بات یہ ہے کہ اپنی اپنی بساط کے مطابق لوگوں نے نہایت گہرائی کے ساتھ اُلّوؤں کو مختلف زاویوں سے دیکھا اور پرکھا ہے۔ ہم مشرقیوں کی ہر ادا نرالی ہے۔ ہم برملا اُلّو کے منہ پر اُلّو کہنے کے لئے تیار رہتے ہیں۔ یہاں اُلّو سے مراد سراسر بے وقوف کے معنوں میں ہے۔ بوم، چغد اور بے وقوف یعنی ہمارے ہاں اُلّو کو پرکھنے کا ایک ہی طریقہ ہے کہ اُلّو کو اُلّو ہونا چاہئے۔ وہ اُلّوؤں والی حرکتیں نہیں کرتا تو کوئی وجہ نہیں کہ اسے اُلّو کہا جائے خواہ وہ اُلّوؤں والی شکل کیوں نہ رکھتا ہو۔ ہم اس کو اُلّو کہنے کی بجائے کوئی اور نام رکھنے کی کوشش کریں گے۔

مغرب والے اُلّو کو عقل مند گردانتے ہیں۔ دلیل یہ پیش کرتے ہیں کہ وہ دیکھنے میں فلاسفر، بردبار، مستقل مزاج، سنجیدہ اور باوقار لگتے ہیں۔ وہاں اُلّو تنہائی پسند ہیں۔ شوروغل کو پسند نہیں کرتے، رات کو نکلتے ہیں اور رات کے شہزادے کہلائے جاتے ہیں۔ سنسان علاقوں میں جہاں نہ آدم نہ آدم زاد۔۔۔ نہ پرندہ نہ پرندہ زاد، اپنی مخصوص آواز میں نہایت جاہ و جلال کے ساتھ غور و فکر میں مصروف رہتے ہیں۔ آخر وہ کون سی قباحت ہے جس کی وجہ سے انہیں برا تصور کیا جاتا ہے؟

مشرقی لوگ وہم پرستی کا مظاہرہ ٹھیک ٹھاک انداز میں کرتے ہیں۔ ان کے نزدیک ویران

علاقے اور کھنڈرات خوف ناک جگہیں ہیں اس لئے وہاں جو بھی عمل ہوگا، اس کی بنیاد ڈر اور خوف پر ہوگی۔ ہم اُلّو* کی آواز کے مقصد کو نہیں سمجھتے۔بس پختہ وہم ہے کہ یہ خراب ہوتی ہے۔ گدھے کی آواز کے خراب ہونے کی تو سند ہے، یہ نہیں معلوم کہ اُلّو کی آواز کن وجوہات کی بنا پر منحوس تصور کی جاتی ہے۔ اس کا فلسفیوں کی موٹی موٹی کتابوں میں کہیں ذکر نہیں ہے۔ بات یہ ہے کہ ہمارے پاس ٹھوس دلیل نہیں ہے کہ ثابت کر سکیں کہ یہ آواز منحوس ہے حالاں کہ اس میں ایک باقاعدہ ردھم ہے۔ ساز نہ سہی، کسی نہ کسی ساز کے کچھ قریب ضرور ہے۔ ممکن ہے یہ کسی بحر میں بھی ہو پھر منحوس کے بھی تو کئی معنی نکل سکتے ہیں۔ اگر ہم منحوس کو خراب معنوں میں لیں تو پھر گدھے، خچر، اونٹ، شیر، ہاتھی کی آوازیں بھی صحت کے لئے مضر ہیں۔ غریب اُلّو پر ہی بار بار نزلہ کیوں گرتا ہے؟

ہم نے اُلّوؤں کی شخصیت اور ان کے رہن سہن کے حوالے سے بہت سی باتیں کتابوں میں لکھ دی ہیں۔ اصل میں نئی نسل جو دن چڑھے تک سوتی ہے، اس نے اُلّو دیکھے نہیں ہوں گے۔ وہ بھلا ان باتوں پر غور کیوں کریں۔ کتابوں میں جو کچھ پڑھا، اس کی تحقیق کے سلسلے میں کوتاہی کرتے ہیں اور یقین کر لیتے ہیں۔ ان کی باتیں سنی سنائی پڑھی پڑھائی کہلائی جا سکتی ہیں۔

حقیقت کیا ہے، نہ لکھنے والوں نے غور کیا نہ پڑھنے والوں نے۔ غریب اُلّو مفت میں بدنام ہوتا رہا اور ہو رہا ہے۔

ہم نے زیادتی کی کہ مفروضوں کی بنیاد پر اُلّو کے حوالے سے بہت سے محاورے بنالئے ہیں۔ ہمارے شعرا نے رقیب کو ہی اُلّو نہیں کہا ہے بلکہ اور بھی اشارے دیے ہیں۔ جب ہم نے مشرقی لوگوں کی لکھی ہوئی لغت (ڈکشنری) کھولی تو وہاں برملا لکھا تھا — اُلّو، گھگو، بوم*، چغد، احمق، بے وقوف۔

اُلّو بولنا محاورہ بنالیا گیا۔ یہ فعلِ لازم ہے۔ یعنی آبادی نہ رہنا۔ اجڑنا۔ مثلاً کوئی دن میں یہاں بھی اُلّو بولے گا۔ اسی پر اکتفا نہیں کیا گیا، اُلّو کا گوشت کھانا بھی محاورہ بن گیا اور احمق بنانے کے مفہوم میں بولا جاتا ہے۔ اس طرح اُلّو ہونا

---

* اُلّو (اسمِ مذکر ہے۔ اُلّن اس کی تانیث بتائی جاتی ہے۔) * بوم (اُلّو کو فارسی میں بوم کہتے ہیں۔)

مخبوط الحواس ہونے کے معنوں میں ہے — چلو میں اُلّو ہوگیا۔ ان تمام باتوں کا ایک فائدہ یہ نظر آتا ہے کہ اردو دانوں کو محض اُلّو کی وجہ سے کتنے محاورے مل گئے۔

اگر اُلّو نہ ہوتا تو اس سے متعلق محاورے بھی نہ ہوتے۔ ایسی صورت میں اردو ادب کو نقصان ہونے کا پورا پورا خدشہ تھا۔ ان محاوروں اور دلچسپ فقروں نے دریا کو کوزے میں بند کرنے کا فن سکھایا ہے۔ جن باتوں کی وضاحت کے لئے کئی کئی صفحات کی ضرورت پیش آتی ہے، اِن محاوروں کی روشنی میں اب ایک جملے میں بات کی جاسکتی ہے۔ ان میں اُلّو کے حوالے سے بھی باتیں ہیں۔ دراصل یہ اُلّو کی کردار کشی کے مترادف ہے اس لئے کہ یہ ساری باتیں فرضی ہیں اور اسے معتوب* کرنے کے لئے گھڑی گئی ہیں۔ ممکن ہے اُلّو اپنی زبان میں ان الزامات کی تردید کرتا ہو لیکن مجبوری ہے کہ ہم اس کی آواز کے نشیب و فراز کو نہیں سمجھتے۔ اگر کسی نے جرأت کی تو کوئی دلچسپ جملہ یا فقرہ اس پر چسپاں کر دیا جاتا ہے۔ ان جملوں میں سے چند کا ذکر کروں گا۔ سب کا مطلب ایک ہے، اندازِ بیاں کچھ مختلف ہے۔ ملاحظہ ہو۔

میں شکل دیکھتے ہی تاڑ گیا، اُلّو ہے پھنس جائے گا۔

اس کا کیا ہے، وہ تو بس اُلّو بنا بیٹھا رہتا ہے۔

چلو، ہم سب مل کر اسے اُلّو بنائیں۔

جہاں بلبل چہکتے تھے، وہاں اُلّو بول رہا ہے۔

ہم غلط مدح کر کے اُلّو نہیں پھانستے۔

دونوں صورتوں میں ہمارا ہی اُلّو سیدھا ہوگا۔

کیا جو روپہ اُلّو کی لکڑی پھیر دی ہے؟

یہ سراسر زیادتی ہے۔ بہت سی باتوں کا تو اُلّو کو علم نہیں ہوگا۔ وہ مغرب والوں کی باتوں سے پھولا نہیں سماتا، ان الزامات کی فہرست پڑھ کر یقیناً چونک پڑے گا۔ بہت سے انکشافات تو اس کے لئے نئے ہوں گے۔ اب اُلّو کی لکڑی کو لے لیجئے، یہ کس قسم کی ہوسکتی ہے؟

اُلّو بس اُلّو ہے۔ ہمیں ہمدردی اور مہربانی کا رویہ اختیار کرنا چاہئے۔ اگر اُلّو کچھ اور ہوسکتا ہے تو وہ فلاسفر، مفکر، تنہائی پسند ہوسکتا ہے۔ نہ جانے کن غلط فہمیوں کی بنیادوں پر اُلّو کو اتنے خطابات عطا کر دیے گئے ہیں۔ وہ انسانوں کا دوست ہے، چوہے اور دوسری فصلوں کو نقصان

---

* معتوب (وہ شخص جس پر عتاب ہو، جس پر ملامت اور غصہ کیا جائے۔)

پہنچانے والے جانوروں کو کھا کر ہمارے ساتھ بھلائی کرتا ہے۔ ہم اس کی بھلائی کا صلہ حقارت کے روپ میں دیتے ہیں۔ ہمیں اُلّو سے سدا کا بیر کیوں ہے اور کب تک رہے گا ؟

اُلّو سے سودا نے بھی مذاق کیا ہے۔

کوئی باہم اس کے گھر کا پتا نہ پاوے
اُلّو جو کہہ کے پوچھو، بتائے سب محلّہ

ایک اور کوشش ملاحظہ ہو۔

شاید وہ عاشقوں کو سمجھتا ہے بوم محض
رکھتے ہیں جو وفا کی تمنّا جفا کے بعد

جب مغرب والے مشرق کی کتابوں میں اُلّو کے بارے میں پڑھتے ہیں کہ نحوست، بدشگونی اور بے وقوفی اُلّو سے منسوب ہے تو حیران رہ جاتے ہیں اس لئے کہ وہ اُلّو کو نیک فال اور فلسفی کا درجہ دیتے ہیں۔ ان کی سمجھ میں یہ متضاد باتیں نہیں آتیں۔ مغرب میں کئی ناشروں نے اپنا مونوگرام اُلّو بنا رکھا ہے۔ اُلّو کو ساری دنیا نے دیکھا ہے — سوائے منجمد شمالی اور جنوبی علاقوں کے۔ اُلّوؤں کو اُدھر جانا پسند نہیں۔

اب اُلّو کا سراپا ملاحظہ ہو۔

اس کا سر کافی بڑا ہوتا ہے۔ یہ سرخوب صورت قسم کے بال و پر سے بھرا ہوتا ہے۔ اس کا چہرہ گولائی لئے ہوئے اچھا خاصا بڑا ہوتا ہے۔ ان میں گول گول بڑے بڑے حیرت ناک گھومنے والے دیدے ہوتے ہیں۔ نظر آدمی سے سو گنا زیادہ ہوتی ہے۔ شاید اس لئے مغرب والے اسے گیانی، متبرک، دیدہ ور اور باریک بین تصور کرتے ہیں۔ رات کے اندھیرے میں ہم روشنی کے محتاج ہوتے ہیں جب کہ اُلّو کو رات میں دن سے بھی زیادہ نظر آتا ہے۔

اُلّو ہر بات اور آواز توجہ سے سنتا ہے۔ آدمی برائی کر سکتا ہے، سنی اَن سنی کر سکتا ہے لیکن اُلّو ایسا نہیں کرتا۔ وہ جان بوجھ کر مکر بنانے کا فن نہیں جانتا، موقع محل کا خیال رکھتا ہے۔ اس کے باوجود ہمارے شاعر غیر تجرباتی باتیں کرتے ہیں۔

ان سے کہتا نہیں لکھا دیجیے نامے کا جواب
چُپکا بیٹھا ہے کبوتر مرا ”اُلّو“ کی طرح

اُلّو رات کا شہزادہ کہلاتا ہے، دن کی بجائے رات کو اپنا شکار کرتا ہے۔ رات کو وہ پوری فضا کا مالک ہوتا ہے اسی لئے اس کو Flying cat کا خطاب دیا گیا ہے۔

اُلّو کے خلاف یہ عصبیت ہی تو ہے کہ وہ بہت سے ایسے کام نہیں کرتا جو اس سے زبردستی

منسوب کر دیے جاتے ہیں۔ بے وقوفانہ افعال کا قرعہ آخر کسی نہ کسی کے نام تو نکلنا تھا، اُلّو کے نام پر نکالا گیا۔ اب کسی کو بے وقوف کہنا ہو، احمق ثابت کرنا ہو تو اُلّو کا نام لینا کافی ہے۔ حد یہ ہے کہ کوئی کتنی غلطی کیوں نہ کرے، کہا جاتا ہے کہ اُلّو! یہ تُونے کیا کیا۔ اُلّو! تُو اگر وہاں سے ہڈی اٹھالاتا تو تیرا ہی بھلا ہوتا۔

اسی حوالے سے ہم اکثر لوگوں کا نام لے کر نہیں پکارتے۔ اس میں جھگڑے فساد کا خوف رہتا ہے۔ آسانی کی خاطر بغیر نام لئے کہہ دیتے ہیں کہ اُلّو نے یہ کیا۔ اُلّو وہاں موجود تھا۔ اُلّو بڑا چالاک ہے۔

اُلّو والے سارے محاورے ہم آدمیوں پر چسپاں کر سکتے ہیں۔ ہم اُلّو کا حوالہ اس لئے بھی دیتے ہیں کہ ہمیں معلوم ہے کہ اُلّو تو اُلّو ہے، ہم سے کیا کہہ سکتا ہے۔ بعض تحقیقی مسائل بڑے ٹیڑھے ہوتے ہیں۔ ان کا الٹا سیدھا کچھ پتہ نہیں چلتا۔ اُلّو کا مسئلہ کچھ اسی قسم کا ہے۔ جتنی باتیں ہم نے اس کے بارے میں سنی ہیں، اتنی ہی اُلّن کے بارے میں ہو سکتی ہیں، صرف تذکیر و تانیث (مذکر و مؤنث) کا فرق ہے۔

یہ بھی پڑھئے

زباں پہ بارِ خدایا یہ کس کا نام آیا۔

اُلّو ہمارے معاشرے میں بہت مقبول ہے۔ آپ آئے دن سنتے ہیں کہ فلاں نے فلاں کو اُلّو بنایا یا فلاں شخص اُلّو بن گیا۔ کبھی یہ نہ سنیں گے کہ کسی نے کسی کو کبوتر بنایا یا طوطا بنایا ہو۔

اُلّو کو لوگ زاہد و مُرتاض* خیال کرتے ہیں اس لئے کہ درخت کی ٹہنی پر یا کسی کھوہ میں آنکھیں بند کئے بیٹھا رہتا ہے۔ کوئی چھوٹا موٹا جانور قریب آئے تو منہ کھول کر اُسے ہڑپ کر لیتا ہے۔ آنکھیں ایسی ہی بند رہتی ہیں۔ ہمارے ہاں بھی کوئی شخص دنیا کے مسائل سے آنکھ بند کئے بیٹھا رہے اور اپنے خورد و نوش سے غافل نہ ہو تو بڑی عزت پاتا ہے، نیک گنا جاتا ہے۔

ہمارے ہاں اُلّو بیوقوف کے معنوں میں آتا ہے جب کہ مغربی ادب میں یہ حکمت و دانش کی مثال ہے۔ ہم اس باب میں اپنی رائے محفوظ رکھتے ہیں۔ اتنا جانتے ہیں کہ سمجھ دار اور دانش مند اور دانش ور لوگ اکثر بھوکے مرتے دیکھے گئے ہیں، کوئی اُلّو کبھی بھوکا نہیں مرتا۔

(کتاب: اردو کی آخری کتاب)

* مُرتاض (ریاضت کرنے والا)

کیمیائی دنیا

موجودہ علمی دور میں یہ سوال بڑی اہمیت اختیار کر گیا ہے کہ آدمی کیا ہے اور اس کی صلاحیتوں کی حد کہاں تک ہے؟ تخلیقی فارمولوں کا علم بتاتا ہے کہ آدم زاد کے ہزاروں روپ ہیں، بظاہر وہ خاک کا پُتلا ہے، میکانیکی حرکات پر مبنی گوشت پوست، خون اور ہڈیوں کا ایک پیکر ہے۔ اس کے اندر ایک پوری کیمیائی دنیا آباد ہے۔ اطلاعات و پیغامات پر آدمی کی زندگی رواں دواں ہے۔ آدمی خیال و تصور کے علاوہ کچھ نہیں ہے۔ اس کی ہر حرکت خیال اور تصور کے تابع ہے۔ دنیائے انسانیت کے تمام کارنامے خیال اور تصور اور تخیل کی غیر مرئی طاقت کے گرد گھوم رہے ہیں۔ آدم زاد خیال کے اندر مختلف معانی پہنا کر نئی نئی جلوہ سامانیاں ظہور میں لے آتا ہے۔

آدمی کے شعور نے ایک بچے کی طرح نشو و نما پائی ہے۔ جب بچہ اس دنیا میں آنکھیں کھولتا ہے تو دنیاوی اعتبار سے اس کی شعوری استطاعت نا قابلِ ذکر ہوتی ہے۔ پھر وہ صغرسنی* اور طفولیت کا زمانہ گزار کر لڑکپن میں داخل ہو جاتا ہے۔ اس کی دماغی صلاحیت پہلے کی نسبت زیادہ ہوتی ہے۔ طبعی اعتبار سے جب وہ جوان ہوتا ہے تو اس کی ذہنی اور جسمانی صلاحیتیں عروج پر ہوتی ہیں۔ اسی طرح نوعِ آدم کا شعور بھی آہستہ آہستہ ترقی کر کے موجودہ دنیا تک پہنچا ہے۔

دنیا میں جتنی بھی ترقی ہو چکی ہے، اس کے پیشِ نظر یہ نہیں کہا جا سکتا کہ یہ دور علم و فن اور تسخیرِ کائنات کے شباب کا دور ہے۔ انسانی ذہن میں ایک لامتناہی وسعت ہے جو ہر لمحہ اسے آگے بڑھنے پر مجبور کر رہی ہے۔ تخلیق و تسخیر کا ایک عظیم الشان ذخیرہ ابھی مخفی ہے۔ صلاحیتوں کا ایک حصہ مَنصّہ شہود* پر آ چکا ہے لیکن انسانی انا کی ان گنت صلاحیتیں اور صفات ایسی ہیں جو ابھی مظہرِ خفی سے مظہرِ جلی میں آنے کے لئے بے قرار ہیں۔ (کتاب: مراقبہ)

---

* صغرسنی (چھوٹی عمر، بچپن) * مَنصّہ شہود (منظرِ عام پر آنا۔ شائع ہونا)

سرورق کی تشریح

بتایا جاتا ہے کہ زمین پر انسان نے درختوں سے زندگی کا آغاز کیا۔ شعور اور تہذیب و تمدن ارتقا کے عمل سے گزرتے رہے اور ہزاروں برس گزرنے کے بعد آدمی موجودہ دور جیسی پیچیدہ طرزِ زندگی اور سائنسی علوم سے واقف ہوا۔ ارتقا کا بنیادی نکتہ یہ ہے کہ انسان گردوپیش، مخلوقات، زمین، چاند، سورج، ستاروں، سیاروں یعنی کائنات کے بارے میں کتنا جان سکا ہے۔ شعور کا مائل بہ ارتقا ہونا، سطحی علوم سے پیچیدہ علوم اور تحقیق و تلاش کی منازل طے کرنا ثبوت ہے کہ اللہ تعالیٰ نے انسان کے اندر کائنات کو جاننے اور سمجھنے کا تجسس رکھا ہے تاکہ وہ حقیقت سے واقف ہو۔

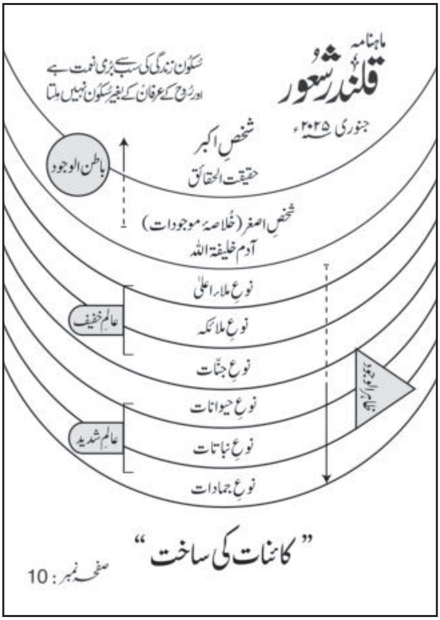

"اور جب تمہارے رب نے فرشتوں سے کہا کہ میں زمین میں اپنا نائب بنانے والا ہوں۔"

(البقرۃ: ۳۰)

اللہ بادشاہ ہے۔ کائنات اللہ کی بادشاہی ہے۔ کائنات میں اپنی نشانیوں کا علم اللہ نے مخلوق کو عطا کیا ہے۔ ان میں سب سے زیادہ علم آدمی نہیں، زمین میں نائب کی حیثیت سے "انسان" کو حاصل ہے۔ نائب — بادشاہ کے احکامات کے مطابق سلطنت کو چلاتا ہے اور تفویض کردہ اختیارات کے تحت تصرف کرتا ہے۔

کائنات کی ساخت، حقیقت اور اسے جاننے کی حقیقی طرز (approach) کیا ہے—؟ یہ "ماہنامہ قلندر شعور" جنوری 2025ء کے سرورق پر نقشے کی صورت میں بیان کیا گیا ہے۔

سرورق پر سرخ، نارنجی اور زرد تین پٹیاں بنی ہوئی ہیں جو بالترتیب نوعِ جمادات، نوعِ نباتات اور نوعِ حیوانات جن میں نوعِ آدم شامل ہے، کے نظام کو ظاہر کرتی ہیں۔ ان تینوں کو "عالمِ شدید" کے عنوان سے بیان کیا گیا ہے۔ بات یہ سمجھ میں آتی ہے کہ ان کی جسمانی ساخت میں مادہ (مٹی) غالب ہے یعنی موجودات کو مادی حواس کے ذریعے دیکھنا۔ انسانی تاریخ کے تمام مادی علوم، خواہ وہ کسی نوعیت کے ہوں، عالمِ شدید تک محدود ہیں۔ علمائے باطن فرماتے ہیں کہ مادی رخ یا عالمِ شدید — کائنات کا محدود ترین یعنی اسفل رخ ہے۔ اگرچہ مادی حواس کے لئے یہ رخ بھی لامحدود ہے۔

مادے سے ماورا دنیاؤں کے سامنے عالمِ شدید کی وسعت بے معنی ہے۔ محدودیت کا یہ عالم ہے کہ آدمی مادے سے ماورا عالمین کو لاموجود سمجھتا ہے۔ خلا میں سیارچے بھیجے جاتے ہیں اور تحقیق و تلاش (سائنس) نے خلا میں چہل قدمی کا دعویٰ بھی کیا ہے لیکن وہ خلا میں موجود دنیاؤں مثلاً جنات کی دنیا سے لاعلم ہے۔ "اعلیٰ" سمجھے جانے والے مادی آلات و ایجادات بھی جنات کی دنیا کو نہیں دیکھ سکے، نوعِ ملائکہ کا تذکرہ تو دور کی بات ہے۔

سرورق پر نوعِ جنات، نوعِ ملائکہ اور نوعِ ملاءِ اعلیٰ کو بالترتیب سبز، نیلے اور جامنی دائروں سے ظاہر کیا گیا ہے اور ان کو "عالمِ خفیف" کے ضمن میں لکھا گیا ہے۔ نیچے سے اوپر درجہ بندی ظاہر کرتی ہے کہ تخلیقی مقداریں بتدریج لطیف ہوتی جاتی ہیں۔ اوپر سے دوسرے درجے پر سیاہ پٹی پر لکھا ہے،

"شخصِ اصغر (خلاصۂ موجودات) آدم خلیفۃ اللہ"

آدمی اپنے اصل منصب "فی الارضِ خلیفہ" کا علم حاصل کرلے تو وہ تمام مخلوقات میں افضل ہے، زمین پر نائب ہے اور اللہ کے فضل سے خلاصۂ موجودات ہے۔ وہ اللہ تعالیٰ کی جانب سے عطا کردہ نیابت کے اختیار کے تحت تمام عالمین اور انواع کی زندگی اور امور کا زمین میں نگران ہے۔

سرورق پر سب سے اوپر سفید حصے میں لکھا ہے،

"شخصِ اکبر، حقیقت الحقائق"

غور و فکر سے سمجھ میں آیا کہ اللہ کے ارادے اور حکم سے احکامات کے انوار زمین میں اللہ کے بنائے ہوئے نائب "انسان" کو منتقل ہوتے ہیں۔ نیچے سے اوپر، سرخ سے جامنی چھ حصے، چھ مختلف

انواع کو ظاہر کر رہے ہیں۔ ان کو " ظاہر الوجود " کے ضمن میں لکھا گیا ہے اور " ظاہر الوجود " کے الفاظ تکون میں ہیں۔ تکون مظاہرے کی علامت ہے۔

شخصِ اکبر اور شخصِ اصغر حصوں کو "باطن الوجود" کے ضمن میں لکھا گیا ہے۔ "باطن الوجود" کے الفاظ سفید دائرے کے اندر ہیں جس سے یہ خیال آیا کہ اللہ نے ارادہ فرمایا تو ارادے میں موجود پروگرام کا درجہ بدرجہ مظاہرہ ہو گیا۔ نوعِ ملاء اعلیٰ سے نیچے نوعِ جمادات تک تیر کی علامت ہے جو کائناتی پروگرام کے نزول کو ظاہر کرتا ہے۔ شخصِ اصغر سے شخصِ اکبر کی جانب ایک تیر کی علامت اوپر کی جانب موجود ہے جس سے یہ سمجھ میں آتا ہے کہ ہر شے اللہ کی طرف سے آتی ہے اور اللہ کی طرف لوٹ جاتی ہے۔ یقیناً اس نقشے کی حقیقت اور گہرائی کا ادراک نوعِ آدم میں ان ہستیوں کو ہے جو زمین پر اپنے منصب سے واقف ہیں۔ (تشریح : مکمل مینا)

جنوری 2025ء کا سرورق دیکھا۔ اس کے بعد " آج کی بات " کا مطالعہ کیا۔ " آج کی بات " میں سرورق کی تشریح ہے، کائنات کی ساخت، فی الارضِ خلیفہ کا منصب، فرائض اور اختیارات بیان کئے گئے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے انسان کو تمام مخلوقات پر فضیلت بخشی ہے۔ انسان کی تعریف یہ ہے کہ وہ "احسنِ تقویم" ہے — تمام مخلوقات میں بہترین صنّاعی ہے۔ احسنِ تقویم کے منصب کی فضیلت اس علم سے ہے جس کی بنا پر فرشتوں نے آدم کو سجدہ کیا۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا،

"اور ہم نے آدم کو علم الاسماء عطا کیا۔" (البقرۃ : ۳۱)

غور طلب ہے کہ اللہ تعالیٰ نے نوعِ آدم کو تمام مخلوقات میں تصرف کے اختیارات عطا کئے ہیں لیکن آدمی اس بات سے غافل ہے اس لئے اسفل سافلین میں پڑا ہوا ہے۔ جنوری 2025ء کا سرورق اور "آج کی بات" ہمیں زمین میں اپنے منصب کو جاننے اور پہچاننے کی طرف متوجہ کرتا ہے تاکہ ہم اس امانت سے واقف ہو سکیں جو اللہ نے ہمیں عطا کی ہے۔ (رابعہ دلشاد۔ شارجہ)

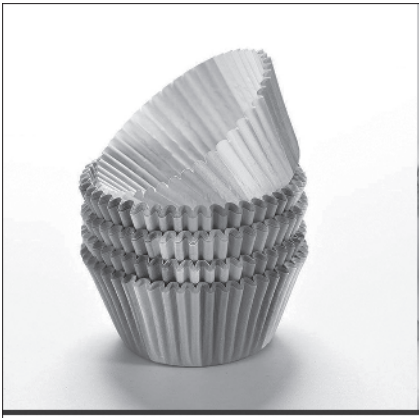

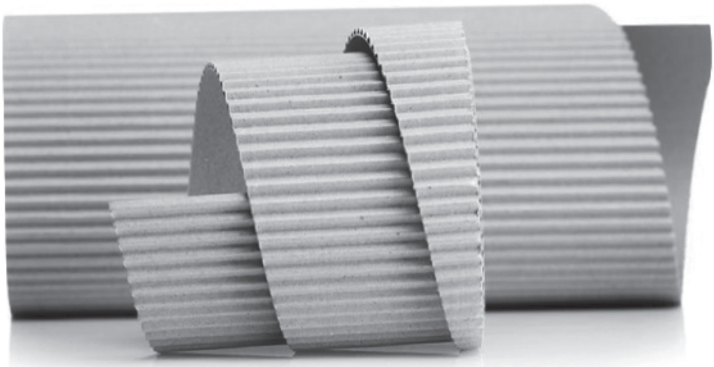

Manufacturer of
Liner & Floating Paper

PRIME PACK INDUSTRIES

C-21, S.I.T.E, Hyderabad
Tel: 022-3880627
Fax: 022-3880381

خواب تعبیر اور مشورہ

نقطہ

اویس خالد، امریکا: رات روشن ہے۔ بڑے بڑے بھاری پتھروں پر لیٹا ہوا ہوں۔ قریب گھنے درخت ہیں۔ ایسا تین دفعہ ہوا کہ کسی کی انگلی کا دباؤ کندھے پر محسوس ہوا۔ پھر مجھے اٹھنے سے منع کیا گیا کیوں کہ اس جگہ دوسری مخلوق آباد تھی۔ میں خوفزدہ ہوگیا۔ خوف کی حالت میں خیال آیا کہ خاتم النبیین رسول اللہؐ کو مدد کے لئے پکاروں۔ ہونٹ اور زبان کی حرکت سے بے آواز درود شریف پڑھا تو دھڑکن تیز ہوکر رفتہ رفتہ ایسے رک گئی جیسے میرے اوپر کوئی وزن رکھ دیا گیا ہو۔

تعبیر: خواب کے نقوش ظاہر کرتے ہیں کہ وقت کی پابندی نہیں ہے۔ روحانیت دراصل ایک اسکول ہے جس میں باطن میں عجائبات کی تعلیم دی جاتی ہے لیکن ہر کام میں توجہ اور یکسوئی ضروری ہے۔ دماغ میں خیالات کا ہجوم ہے۔ یہاں وہاں کے خیالات آتے ہیں، ذہن یکسو نہیں ہوتا۔ سالک جب یکسوئی سے کسی ایک نقطہ پر تفکر کرتا ہے تو اندر میں نقطہ متحرک ہوجاتا ہے۔ یہ متحرک ہونا دراصل یکسوئی ہے۔

ٹماٹر

کریم، صادق آباد: ایک رشتہ دار کے ساتھ باغ میں گیا۔ انہوں نے باغ میں ٹماٹر توڑنے شروع کئے تو میں نے دوسرے درخت سے توڑنے کا مشورہ دیا کیوں کہ اس پر لگے ہوئے ٹماٹر خالص تھے۔ گھر میں دسترخوان پر کھانا لگا تو میں نے معذرت کرلی کیوں کہ میں نے ٹماٹر سمیت دیگر پھل کھالئے تھے۔

تعبیر: کھانوں میں احتیاط کیجئے۔ مناسب یہ ہے کہ بازار کے پسے ہوئے مسالے اور نمک سے پرہیز کیجئے۔ مسالے گھر میں پیسیں تو بہتر ہے۔ چکنائی میں زیتون کا تیل مفید ہے۔ کھانے میں دوسرے تیل استعمال نہ کیجئے اور صفائی کا

خیال رکھنا ضروری ہے۔

بے عملی

ثمینہ، پشاور: انجانی جگہ پر ہوں جہاں پینے کی کسی شے سے تواضع کی گئی۔ ایک موقع پر احساس ہوا کہ منہ میں کوئی ٹھوس چیز ہے۔ دیکھا تو دانت تھا۔ میں نے نظر انداز کر کے دوبارہ پینا شروع کیا تو سارے دانتوں نے جگہ چھوڑ دی۔

تعبیر: آپ باتیں بہت کرتی ہیں لیکن عمل ناقص ہے۔ خواب سے بے عملی ظاہر ہوتی ہے۔ اللہ کے بندے زندگی کو بندگی کے قالب میں گزارتے ہیں۔ ان کے قول و فعل میں تضاد نہیں ہوتا۔ بے عملی کو ترک کیجئے۔ پاکی کو بطور خاص اختیار کیجئے۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو عملِ صالح کی توفیق عطا فرمائے، آمین۔

حلال رزق

سلمان، کراچی: سڑک پر چل رہا ہوں۔ کسی گھر کے باہر پھل رکھے ہوئے تھے۔ ان پھلوں کا موسم نہیں تھا۔ میں نے پھل اٹھایا تو وہ ایک طرف سے خراب تھا۔ خراب حصہ چھوڑ کر باقی پھل کھالیا۔

تعبیر: اللہ تعالیٰ نے رزقِ حلال کو پسند فرمایا ہے۔ آپ سے روزی کے معاملے میں ہیر پھیر ہوتی ہے۔ یہ نقصان دہ عمل ہے۔ ذرّہ ذرّہ خیر اور ذرّہ ذرّہ شر کا حساب ہے۔

علاج

راشد فاروق، کراچی: تیز ہوائیں چل رہی ہیں۔ ایک میدان میں بیگم کے ساتھ ہوں۔ ہم سفر میں ہیں۔ کچھ دیر کے لئے ہوا رکی تو آوازیں آئیں— یہ شیر کی دہاڑ تھی۔ اگلے لمحے شیر سامنے آیا۔ وہ حملے کی تیاری کر رہا تھا۔ میں نے بھگانے کی کوشش کی تو وہ بھاگ گیا۔ بیگم کی طرف دیکھا تو وہ وہاں نہیں تھیں۔ میں میدان میں اکیلا تھا۔ گھبراہٹ سے آنکھ کھل گئی۔ اس سے پہلے بھی خواب میں شیر کو دیکھ چکا ہوں۔

تعبیر: ماہرِ امراضِ چشم کو دکھایئے۔ بینائی کی کمزوری کی طرف اشارہ ہے۔ شیر کو بھگانے میں کامیابی اور بیگم کے اوجھل ہونے کا مطلب ہے کہ علاج سے نظر ٹھیک ہو جائے گی۔

استغفار

یوسف لاشاری، کراچی: حسین وادی ہے۔ شاہانہ گھر بنے ہوئے ہیں۔ چاروں طرف پہاڑ ہیں۔ کہیں ٹیلے ہیں۔ میں ایک ٹیلے پر بیٹھ کر

وادی کا نظارہ کر رہا ہوں۔ اتنے میں پتہ نہیں کہاں سے سیلاب آتا ہے اور آناً فاناً سارے گھر پانی میں چھپ جاتے ہیں۔ جو لوگ بچ گئے، ان کی زبان پر استغفار اور ذکر ہے۔

تعبیر: خواب مستقبل سے متعلق ہے۔ اللہ تعالیٰ سب کی حفاظت فرمائے۔ ہر فرد کو چاہئے کہ توبہ استغفار کرے، سرکشی اور نافرمانی چھوڑ کر فرماں برداری اختیار کرے اور جو اعمال اللہ کے نزدیک ناپسندیدہ ہیں، ان کو ترک کر دے۔

سینگ

خولہ، بہاول پور: نمازِ عید کے لئے صفیں بچھ رہی ہیں۔ باہر قربانی کے جانور ہیں۔ اتنے میں شوہر صحت مند اور خوب صورت جانور لے کر آتے ہیں۔ چھوٹا بیٹا قربانی کے جانور کی طرف بڑھا تو میں نے قریب جانے سے روکا کہ سینگ نہ مار دے۔

تعبیر: لاشعور نے آپ کو متنبہ کیا ہے کہ ماں کو درپیش کسی بیماری کی وجہ سے بچے کی نشوونما پر اثر پڑ رہا ہے جس سے بچہ کمزور پیدا ہو سکتا ہے۔ آپ کو چاہئے کہ اچھے معالج کو دکھایئے، صحت کا خیال رکھئے اور ڈاکٹروں کی ہدایت کے مطابق عمل کیجئے۔

رات کو عشاء کی نماز کے بعد سونے سے پہلے اوّل آخر گیارہ گیارہ مرتبہ درود شریف کے ساتھ تین سو مرتبہ "یا اوّل" پڑھ کر پیٹ پر دم کیجئے۔ نماز کی پابندی کا خیال رکھئے، نماز میں پڑھی جانے والی سورتوں کا ترجمہ یاد کر لیجئے۔ اس سے یکسوئی ہوگی۔ قرآن کریم کو روز ترجمے کے ساتھ سمجھ کر پڑھئے۔ اللہ تعالیٰ کے فضل سے بچہ صحت مند پیدا ہوگا۔

خوشی

طیّب علی، ایبٹ آباد: شادی کی تقریب میں شرکت کی۔ وہاں والدہ مرحومہ سے ملاقات ہوئی۔ وہ بہت خوش نظر آئیں۔ میں ان کے قریب گیا۔ مجھے دیکھ کر چہرے پر مسکراہٹ پھیل گئی۔ انہوں نے گلے سے لگایا۔ میں نے ان کے ہاتھ چومے۔ ہم نے خوب باتیں کیں۔ ان کو بتایا کہ جیب میں قیمتی پتھر ہیں۔

تعبیر: اس دنیا کی طرح مرنے کے بعد کی دنیا میں بھی غم اور خوشی ہے۔ خواب ظاہر کرتا ہے کہ الحمد للہ، آپ کی والدہ مرحومہ وہاں خوش ہیں۔ ایصالِ ثواب کا اہتمام کرتے رہیے۔

مٹی ۔۔لکڑی

سیما، کراچی: بھائی کے ساتھ ہوں۔ ایک خاتون تشریف لائیں جنہوں نے میرے سوال کے جواب میں بتایا کہ وہ سب کے لئے دعا کرتی ہیں ۔ وہ خاتون دروازے کی طرف گئیں جو ٹیرس کی طرف کھلتا ہے۔ باہر تاریکی تھی۔ کچھ پتہ نہیں وہاں کیا دیکھ رہی تھیں کہ پلٹ کر آئیں اور کہا، کوئی آیا ہے۔ اس کے بعد ٹیرس کی طرف دوبارہ چلی گئیں۔ میں ان کی طرف بڑھی تو میرے پہنچنے سے پہلے وہ گر گئیں۔ مٹی کے جسم کی جگہ لکڑی کی تصویر نظر آئی۔ میں نے گھبرا کر بھائی کو آواز دی کہ خاتون کو کوئی جسم سمیت لے گیا ہے اور نشانی کے طور پر لکڑی چھوڑ دی ہے۔

تعبیر: خواب اچھا ہے۔ جس خاتون کو آپ نے دیکھا ہے، ان کی طرز فکر روحانی ہے۔ علم کا ذوق اور شوق رکھتی ہیں۔

منفی خیالات

رشید، خانیوال: کثرت سے ایسے خواب نظر آتے ہیں جن میں دیکھتا ہوں کہ میرے بال گر رہے ہیں اور کبھی چھپکلیاں نظر آتی ہیں۔

تعبیر: ذہن منفی خیالات کی آماجگاہ ہے۔ دو کالم بنائیں۔ ایک اچھی مصروفیات اور دوسرا بری مصروفیات کا۔ جن مصروفیات میں وقت گزرتا ہے، وہ ان کالموں میں لکھ لیجئے۔

خواب سے ظاہر ہوتا ہے کہ آپ کا وقت ضائع ہوتا ہے۔ ہر وقت باوضو رہئے۔ صبح وقت پر جاگئے، فجر کی نماز وقت پر ادا کیجئے۔ رات کو جلدی سونا چاہئے تاکہ صبح وقت پر آنکھ کھلے۔ سونے سے پہلے سیرتِ طیبہؐ کا مطالعہ کیجئے۔

معائنہ

راحیل، ابوظہبی: خواب میں ایک کمرے میں داخل ہو کر دروازہ بند کیا۔ دروازہ بند کرتے ہی سایہ نظر آیا۔ خوف کے عالم میں دروازہ کھولنے کی کوشش کی مگر ہاتھوں میں اس قدر کپکپاہٹ تھی کہ دروازہ نہ کھلا۔ بڑی مشکل سے ہمت مجتمع کی اور دروازہ کھول کر باہر آیا۔ خواب میں بیدار ہوا تو وہی کمرا پھر نظر آیا۔ کمرے کے اندر سے برقع پوش عورت نکلی۔ اس نے پورے گھر کا چکر لگایا۔ اس کے بعد میری طرف بڑھی تو میں نے بلند آواز سے قرآن کی تلاوت کی۔ الحمدللہ، قرآن کریم کی

برکت سے میری حفاظت ہوگئی۔ خواب میں ہی گھر والوں نے طے کیا کہ سب کو پڑوس میں چلے جانا چاہئے، یہاں رکنے سے نقصان ہو سکتا ہے ۔ گھر سے باہر آئے تو کتّے پیچھے لگ گئے لیکن ورد کی برکت سے بھاگ گئے۔

تعبیر: بخار کی کیفیت معلوم ہوتی ہے۔ یہ بھی محسوس ہوتا ہے کہ کمزوری زیادہ ہے۔ معدے کا نظام بھی غیر تسلی بخش ہے۔ اچھے ڈاکٹر کو دکھایئے اور ڈاکٹر کے مشورے سے ضروری ٹیسٹ کروایئے تاکہ پریشانی نہ ہو۔

غار

ناصر محمود، رحیم یار خان: تین قبریں ہیں۔ دو ساتھ ساتھ اور ایک فاصلے پر ہے۔ تینوں پر پتھر رکھے ہوئے ہیں۔ اندر مدفون لوگوں کے بارے میں خیال آتے ہی خوف کی لہر دوڑ گئی۔ اتنے میں آواز آئی، آگے بڑھو۔ کچھ دور چلا تو جھاڑیوں کی ایک طرف بڑے بڑے پتھروں سے بھرا ہوا غار ہے جس کی ایک سمت خاتون تشریف فرما ہیں اور چہرے پر اتنی معصومیت ہے کہ نظر نہیں ہٹتی۔ قریب جا کر سلام کیا تو

آپ کے خواب اور ان کی تعبیر

پورا نام:................................ والدہ صاحبہ کا نام:................................

پورا پتہ:..

ازدواجی حیثیت:..................... وزن (تقریباً):..................... آنکھوں کا رنگ.....................

نیند کیسی آتی ہے:..................... بلڈ پریشر (نارمل/ہائی/لو):..................... تاریخ پیدائش:.....................

میٹھا پسند ہے یا نمکین چیزیں زیادہ مرغوب ہیں؟..................... فون نمبر.....................

خدانخواستہ دماغی، نفسیاتی مرض اور وہم کے مرض میں مبتلا ہوں تو ضرور لکھیں: ہاں / نہیں

مختصر حالات :..

....

محبت سے جواب دیا۔ وہاں سے جانے کا ارادہ کرتا ہوں تو ایسا لگتا ہے کہ غار کی لہریں اپنی جانب کھینچ رہی ہیں۔ منظر تبدیل ہوا۔ میں نے باغ دیکھا جہاں ایک بچہ تھا۔ بچے کے قریب گیا تو اس نے سختی سے میری گردن پکڑلی۔ چھڑانے کی کوشش کی لیکن کافی مشکل ہوئی۔

تعبیر: آپ کے دل کی رگیں متاثر معلوم ہوتی ہیں۔ اچھے معالج سے رجوع کیجئے۔ پرہیز اور مستقل مزاجی کے ساتھ علاج سے فائدہ ہوگا، انشاءاللہ۔ صبح کی چہل قدمی مفید ہے۔

آتش فشاں

سلیم احمد، فیصل آباد: پہاڑی سلسلہ دیکھا جس میں سے تیزی سے آگ نکل رہی ہے اور شہر کی طرف بڑھ رہی ہے۔ ایسالگا جیسے خوابیدہ آتش فشاں بیدار ہوا ہے۔

تعبیر: معدے میں تیزابیت ہے اور اس میں شدت کے آثار ہیں۔ آپ کو کھانے پینے میں احتیاط کی ضرورت ہے۔ بازار کے غیر معیاری کھانے، مرچ مسالوں اور بے وقت کھانے سے پرہیز کیجئے۔

کائناتی مشین

روحانیت میں غیب کے مشاہدے کی ایک نظر "سیر" ہے۔ سیر کی آنکھ یہ دیکھتی ہے کہ کائنات کا سارا یکجائی پروگرام لوحِ محفوظ پر منقوش ہے اور لوحِ محفوظ کا منقوش پروگرام خالقِ کائنات کی تجلّی سے بے شمار زمینوں (screens) پر ڈسپلے ہو رہا ہے۔ تقریباً ساڑھے گیارہ ہزار نوعیں اور انسانی شماریات سے زیادہ ان نوعوں کے افراد کائنات کے کَل پرزے ہیں۔ یہ کائناتی مشین ایک دائرے (circle) میں چل رہی ہے۔ جزو لاتجزّا وجود سے اس کی حرکت شروع ہوتی ہے اور ماوراہستی کی طرف لوٹ جاتی ہے۔ آسمان، زمین، درخت، پہاڑ، چرند، پرندے، حشرات الارض، فرشتے، جنات اور انسان سب اس عظیم الشان نظام کے اجزا ہیں جن کے اشتراک سے حرکت کا منظّم سلسلہ جاری وساری ہے البتہ انسان ایسا واحد فرد ہے جو نظامِ کائنات کے میکانزم سے واقف ہے۔ باقی مخلوق اس میکانزم سے واقفیت نہیں رکھتی۔

rhythm all our lives, the senses that interact with everything around us, the mind that we think we own, the nervous and skeletal systems that hold and support our body – we realise that none of these are truly in our control. We did not birth by our personal will nor will we exit this world by our will. It is evident that there is an agency that governs this body and uses it as a tool to navigate through the experiences of this world. An agency that urges us to listen to the whispers in our heart when we go astray. Mankind has been constantly rebelling against this intuitive guidance and suffering the consequences throughout history.

Contemplating the agency that governs this machinery called the 'body', introduces us to our existence as a soul. When we finally acknowledge our presence as the governing energy that operates through the body, we begin to wonder about our source of origin, which leads to the awareness that our Creator, Protector, Sustainer, Mercy, Provider, is none other than God Almighty. It is His Will that we think is our breath. It is what He wants us to see that we see. It is His mercy that we interpret as the mercy of those around us. It is His lavishness upon us that we think is our wealth. It is His gift of awareness, that we think is our intelligence.

It is pertinent to remember that even though we have forgotten our meetings with God, He has not forgotten us, nor has He left us abandoned after our act of disobedience followed by our banishment to earth. Rather, He has stated that He will guide us. He has guided us by descending the Heavenly Scriptures from time to time and sending forth His Prophets (PBUH) to disseminate His message and guide us back to the straight path.

Disbelieving in our existence beyond this life, is our ego pushing us to believe that there is nothing beyond. 'I, me, myself', are the thoughts of the ego, thereby encouraging evil whispers to guide our heart against the Lordship of God.

"Miserable is the price for which they have sold their souls, in that they deny which God has sent down, in insolent envy that God of His Grace should send it to any of His servants He pleases: Thus have they drawn on themselves wrath upon wrath. And humiliating is the punishment of those who reject Faith." (Quran, 2:90)

"Intellect takes you to the door, but it doesn't take you into the house."
— Hazrat Shams Tabrezi (RA)

examinations to clear. Will they achieve anything other than failure at the end of the year?

Dominated by this state of ignorance, disbelievers lead lives that are free of repentance, where they do not strive to make amends for their sins, or appease God and get back to where they really belong. This state of ignorance makes them repeat their acts of disobedience over and over again. Aren't we all aware of the consequences faced by the accursed one, satan, for refusing to acknowledge his disobedience before God?

When we contemplate further, we realise that when one disbelieves in the unseen realms, they refuse to acknowledge their existence at the point at which they were bestowed with the Knowledge of *Ilm-ul-Asma* and were declared as His vicegerents on earth. This darkness of ignorance, keeps them blinded and unaware of their status as the highest and best among all creatures. Instead, they remain aligned and attached to the lowest of the lowest frequencies of their physical bodies. By choosing not to remember their true status as souls, they remain engaged in fulfilling the needs of the physical bodies and live no different than the quadrupeds.

The friends of God invite all of us to return to the roots of our soul. The believers are aware that the root of every existence begins from God and after fulfilling its purpose as God will, returns to God. Hence, they strive in every moment to witness the unseen realms so that their hearts can firmly beat in sync with the frequency of absolute certitude. About this, the last prophet, Prophet Muhammad (PBUH) has said, "Die before your death." In other words, experience the hereafter while you are still alive in your physical body.

It is pertinent to remember that even though we have forgotten our meetings with God, He has not forgotten us, nor has He left us abandoned after our act of disobedience followed by our banishment to earth. Rather, He has stated that He will guide us. He has guided us by descending the Heavenly Scriptures from time to time and sending forth His Prophets (PBUH) to disseminate His message and guide us back to the straight path. He has made it easy upon us, to cognise our true selves, and thereby cognise Him. He did not close off the route back to paradise that we disrespected, instead, He lit up the pathway with His brightest stars, so that we may never lose our way.

If we want to remain firm in our belief that our true existence is the physical existence, then let us focus on the breath that we inhale and exhale, blood that gushes through our veins faster than many ferocious rivers put together, the heart that beats in a perfect

Hereafter

The friends of God invite all of us to return to the roots of our soul. The believers are aware that the root of every existence begins from God and after fulfilling its purpose as God will, returns to God.

"And who believe in that which is revealed unto thee (Muhammad) and that which was revealed before thee, and are certain of the Hereafter. These depend on guidance from their Lord. These are the successful." (Quran, 2:4-5)

It is important for one to believe in the hereafter, to attain the status of a true believer. When a seeker of truth, delves deeper into the revelations made in these verses, it astounds them. For they realise that those who disbelieve in the existence of worlds other than this material world reject their existence before their physical birth. That is, they do not fundamentally believe in their existence as a soul.

They live and perish in their physical bodies, as if it were their only true existence. Attaching importance to their physical experiences, they live through what they feel through their illusory physical senses, concluding that dreams are mere imagination, and considering the intuitive guidance they receive as a byproduct of their intellect. They do not agree to anything that does not comply with the laws associated with worldly knowledge. About the disbelievers, God Almighty states,

"As for the disbelievers, whether thou warn them or thou warn them not it is all one for them; they believe not." (Quran, 2:6)

Those who disbelieve in the worlds that exist beyond this physical world, have drawn a veil over their memory and hence, refuse to accept that they have indeed met their Creator and acknowledged His Lordship over them. They view their physical lineage as the only base for their existence and consider their birth in their physical bodies as their point of existence in this universe. They celebrate this moment annually as their 'birthday' whereas, the friends of God, know that their true day of birth, is the moment when His Lordship commanded them to "Be" – exist!

Furthermore, disbelief in one's existence beyond this realm, implies that one refuses to believe in the life they lived in paradise before they arrived on earth. In other words, they negate their act of disobedience committed in paradise for which earth became their ground for punishment and repentance. This situation can be compared to a student living through an entire year at university while using all of its best facilities, without knowing they have

i

Fermented Rice

Who knew that the age old practices in rural areas where farmers started their day with leftover fermented rice soaked overnight, would now receive a lot of scientific attention? Did you know that research has established that fermented food has a lot of benefits to mankind both physically and mentally?

Once rice is fermented, it becomes rich in microflora which acts as a probiotic. Probiotics are live microorganisms which promote gut health by keeping the gut microbiome healthy and reduce inflammation.

As gut health has a very strong influence on one's mental health, fermented rice can be a very important tool for both physical and mental wellbeing. These microflora play a vital role in improving digestion, restoring intestinal flora, reducing cholesterol, preventing lactose intolerance and gastrointestinal problems, and also help in the treatment of different types of cancers of the colon, liver, stomach, etc.

Besides this, fermented rice acts as an electrolyte. Therefore, fermented rice water, due to its high vitamin B6 and B12 content, can be used to help people who feel fatigue, weakness, and dehydrated. When one ferments rice, the fermentation process reduces the fat content in the rice, and increases vitamin K, vitamin E, Folic acid, calcium, iron, magnesium, potassium, etc. It is said that when rice is fermented for over 12 hours, the iron content in it increases by twenty one folds in comparison to normal cooked rice. Fermented rice water is also given to lactating mothers to meet their fluid intake requirements.

The next time you have leftover rice and frown, think twice before discarding it. Studies show that fibre and micronutrients increase multiple folds after the process of fermentation. So, just place the leftover rice in a vessel, add drinking water, cover with a lid, and leave it to ferment at room temperature. The next morning, you can add a little salt, and grated vegetables like carrot or cucumber, or garnish the rice with onions, green chili, lemon, and coriander leaves to enjoy one of the healthiest of breakfasts. Some eat this rice with curds too. Do not forget to have the rice with all of its water.

ماہنامہ

روحانی ڈائجسٹ

کراچی

یہ پرچہ بندہ کو خدا تک لے جاتا ہے
اور بندہ کو خدا سے مِلا دیتا ہے

چیف ایڈیٹر: خواجہ شمس الدین عظیمی

مینیجنگ ایڈیٹر: ڈاکٹر حکیم وقار یوسف عظیمی

روحانی ڈاک میں آپ کے مسائل و مشکلات کا حل پیش کیا جاتا ہے۔

شعور کے پس پردہ لاشعور کی حقیقت کی پردہ کشائی کی جاتی ہے۔

خواتین کی زندگی کو پُرکشش، پرسکون بنانے کے لئے مضامین شائع کئے جاتے ہیں۔

بچوں کے لئے کہانیاں اور بہترین مستقبل کے لئے راہنما اصول بیان کئے جاتے ہیں۔

دین و دنیا کی خوشی حاصل کرنے کے لئے روحانی ڈائجسٹ ہر جگہ دستیاب ہے۔

of the Ants, an ant exclaimed: O ants! Enter your dwellings lest Solomon and his armies crush you, unperceiving." (Quran, 27:18)

She knew her diminishing eyesight over the years may have led her to crush a few of these beautiful creatures under her feet and yet they trusted her enough to live around her. A sigh escaped her, and instantly she noticed how her sigh was no less than a raging windstorm for the ant; it was struggling to walk straight under her breath. She quickly stepped back and let the ant be. She had never noticed how much her body, breath, and thoughts had an impact on everything and everyone around her. A mindless sigh could kill a creature.

This made her think, is that why the spiritual personalities, never exaggerated anything that happened to them? They always forgave and let go of even the gravest things that they went through for they were aware of the impact of their thoughts, actions, and emotions, on everything around them. They never indulge in arguments even when they could win by quoting from the oceans of wisdom inside them. They refrained from performing wonder-working as much as they could, for they knew the impact of these actions on the consciousness of mankind. People would be more interested in exploiting the supernatural powers in them than the Divine Knowledge they had come to share. They practiced calmness and stillness, for they knew excessive movement in their higher vibrational existence could bring in lasting impacts in the universe. They held on to the mantle of forgiveness even when they were put through unforgivable harm.

With her heart giddy in the love of her spiritual mentor, she walked downstairs and stopped next to the little pond in the backyard that was nestled between the rows of trees.

Amongst the hundreds of fish swimming around was one that lay on the edge of the pond lifeless. She noticed how the fish had turned flat. It was like the air had been sucked out of it, while the rest of the fish looked plump. The breath had yet again demonstrated its power, the dissolved oxygen that was in the bladder of the fish had left the body, thereby contracting it completely. She gave the fish a respectful burial.

As she offered mother earth yet another body of dust to become dust, she felt that the bodies were like mere balloons that expanded and contracted with each breath. Was it the breath that left the body lifeless or was it something else that left and was symbolised by the breath leaving the body? This time she was careful not to sigh. She knew everything that happened in an individual existence had an impact on everything in the collective existence.

i

Impact

A sigh escaped her, and instantly she noticed how her sigh was no less than a raging windstorm for the ant; it was struggling to walk straight under her breath. She quickly stepped back ...

She sat beside the long windows of the lounge upstairs; they gave her an ariel view of the trees in the backyard. When her focus on the lush trees intensified, she noticed how as her breath slowed down, her mind and body calmed down too. She wondered if by focusing on the trees, her breath had slowed down to sync with the pace of the breath in the trees. She remembered the excerpts from the book '*Kashkol*' by her spiritual mentor, Mr. Azeemi, "Mankind breathes about twenty times in a minute, whereas the mountains take one breath in every fifteen minutes. The fixed number of breaths is different in different species."

While her physical eye saw the fully grown trees, her inner eye witnessed an image of them as saplings. It baffled her how she could see both images at the same time. She saw how the trees had expanded over time and stood up tall to protect her home from intruders. The trees looked like soldiers on guard. The branches entwined with each other, making it impossible for anyone to cross through them.

She observed how the mind and heart always produced different images which often left her speechless. For instance, every time she looked at her daughters, her mind showed an image of them as grown-up women and her heart always projected an image of them being mere infants. She had to carefully decide based on the circumstances on how she would deal with them. Sometimes, she chose to speak to them as fellow women, and at other times she indulged in treating them like they were young toddlers.

A tingling sensation on her arm broke her train of thought. It seemed like something was crawling swiftly over her skin. Her eyes moved in the direction of the movement and there she saw a tiny red ant, moving hurriedly. She gently moved the ant and placed it on the windowsill. The realisation that even a being as tiny as an ant had an intricate body with all functions such as breath, sight, hearing, movement, etc., intrigued her. But soon the awareness came in that other than its body, the ant had an extremely intelligent consciousness too, and she could not help but feel great respect for the little creature and above all for the Creator and Lord of all realms, God Almighty.

The verse of the Holy Quran echoed in her heart,

"When they reached the Valley

embed in their students that bowing down is merely a superficial physical act, and cannot be considered an act of surrender. A *Murshid* demonstrates to their students that real surrender is willingly submitting one's heart and will in entirety.

I have noticed, that while in the queue to meet my *Murshid*, I have wept and humbly bowed my head before him. However, when I confronted my heart and asked if it has truly surrendered before the master, it has remained stubbornly silent. I soon realised that it was not my heart, but my ego that resisted the surrender. It is stated in the Holy Quran:

"The heart lied not (in seeing) what it saw." (Quran, 53:11)

The heart is created to bend, surrender, and annihilate in the love of its Beloved.

It is said that on the spiritual journey, trials begin the moment the ego overpowers the *Mureed*. In God's system, when one prioritises one's own will over the will of God Almighty, it is considered a display of personal or individual ego and an act of disobedience.

The Holy Quran describes another form of "Ana'' – Hablul Wareed (closer than the jugular vein) – a life force that thrives within every creature, which inspires them to sense the presence of the Creator.

The Golden Words of Sheikh Najamuddin Kubra (RA)

- Make the most of your time by indulging in meditation, presence, and good deeds.
- Dependency is to have faith in God and trust all of your's endeavours to Him while remaining busy searching for a living. If you do not keep your *Nafs* (Self) busy with something, it would involve you in things that are not fruitful for you. The habit of the *Nafs* is that if a person does not keep it busy, it keeps the person busy instead.
- Those who leave everything to God, find that God is sufficient for them, and He makes ways during trying times.
- Be considerate to others while seeking your means of living.
- Repentance means to turn towards God with absolute intention. Sin is anything that blocks your way to God. The seeker needs to negate everything including themselves and make God their sole purpose.
- Transgressing the boundary that has been set by God is like doing wrong to one's self.
- There are as many paths to reach God as there are the sum of all breaths that humanity takes.

entire family, and in which I can live comfortably. Thank you, God, for providing me with a roof over my head. If not, I would be wandering the streets homeless."

As I counted my blessings, I felt gratitude fill my heart.

To be honest, the first few days, it took great effort from my end to count my blessings each morning and night and inculcate a habit of remaining in gratitude. Soon, the habit developed and take root inside me, and I noticed that I was consciously and unconsciously appreciating the blessings bestowed in my life. Soon the light of gratitude overpowered the darkness of ungratefulness and lit up my heart. Within a month of practicing gratitude, my life brimmed with happiness. I made sincere efforts to achieve what I desired, and then entrusted the outcome to God's will.

"And that man can have nothing but what he strives for."

(Quran, 53:39)

It is important for one to refrain from being disheartened when one fails to receive a desired outcome for one's hard work and efforts, for God assures us in the Holy Quran:

"But it may happen that ye hate a thing which is good for you, or that ye love a thing which is bad for you. God knoweth and ye know not." (Quran, 2:216)

Finding happiness in God's will is an act of trust. This trust empowers us to surrender all our concerns and affairs to God's care.

A seeker while on their spiritual journey, is taught to be determined so that in every circumstance, and every desire, they willingly prioritise the will of God. A *Murshid* (spiritual teacher) offers their *Mureed* (student) lessons on love, respect, and selflessness. The core curriculum is sacrifice, which means to sacrifice one's personal will and allow the dominance of the will of God Almighty. This can only be achieved through the foundation of gratitude, trust, faith, and love.

After *Bay't* (spiritual allegiance), students often disregard the guidance and instructions of their *Murshid* and use their own unenlightened mind filled with illusions. As a result, a thick layer of dust settles on the lens of their mindset, obscuring their perception and understanding. Though they simultaneously receive a consistent and strong inner calling, the dust of worldly desires renders them deaf and blind to their inner voice. Eventually, after being lost and exhausted in the pursuit of illusion, the student returns to their *Murshid*, and finds that the door of guidance is still open, welcoming them back to the path.

The importance of gratitude, is the foremost lesson that a *Murshid* ingrains inside their *Mureed*. Thereafter, the *Murshid* teaches their student the true meaning of surrendering. They

Auliya (RA), who is free from fear and worries, shared, "Be grateful for what you have, work hard for what you desire, and entrust all outcomes to God."

We can conclude that the foundation of a happy life is built upon four pillars: gratitude, hard work, absolute certitude in God, and contentment with the blessings bestowed upon us.

Happiness and gratitude are inseparable. Gratitude comes forth when one acknowledges and appreciates the presence of something, and both are cultivated through mindfulness.

One must count their blessings before going to sleep and also imagine life without these blessings. What would happen to us should we be denied of all these mercies?

When we become aware of God's abundant shower of blessings upon us, let us fill our hearts with a deep sense of gratitude towards Him for everything He has granted us.

Should we not reflect upon the intricate web of moments that weave our life? Do we have any contribution in the arrival and departure of these moments? Do we have power to create water and wheat without resources that already exist? Don't we pay a hefty price for utilising the resources that God has granted us for free? We pay for the petrol that run our cars, but do we pay for the most important fuel that keeps us alive – oxygen? Were we not nurtured and fed for 9 months in our mother's wombs without the need for any personal efforts? Have we not been provided for after birth, even without us consciously being aware? Desires are no doubt an integral part of our dense physical existence, as they are driven by worldly instincts. However, it is indeed an act of ungratefulness, when one forgets the Almighty God, their only Creator and Provider, in their blind pursuit of desires.

"Hast thou seen him who chooseth for his god his own lust? Wouldst thou then be guardian over him? " (Quran, 25:43)

I counted my blessings and thanked my Lord.

"Bismillahir Rehmanir Raheem

(In the name of God, the Most Gracious, the Most Merciful)."

Health: "First and foremost, I'm thankful for my good health, which allows me to work, live life, and cherish every moment. My senses and organs function perfectly well, and for this, I'm truly grateful to God Almighty." As I reflected on my health, I felt a deep sense of appreciation ripple through my body. I thought of those who were struggling from various illnesses and prayed for their swift recovery. I thanked God Almighty once more for my overall well-being.

Home: "I am extremely fortunate to have a home, that hosts my

Desire

"...real surrender is willingly submitting one's heart and will in entirety."

Just as she was crossing the road, a strong gust of wind blew past her, carrying dust particles with it. A few of them settled inside her eyes, making it difficult for her to open them. She found herself standing in the middle of the road, with her eyes shut. A voice within her whispered, "The desires you chase, are like these dust particles settled in your eyes – they obscure your vision and create a hinderance as you walk your path."

Much like a pair of faulty glasses, our illusory desires distort our vision. Blurring our vision, these desires make it seem like the path that lay ahead of us is uncertain, while in fact, the path remains unchanged at all times. The lens of desire alters our view of the world and presents a distorted reality.

Hazrat Imam Hussain (AS) said, "Beware! Do not let desires captivate you, for it may consume your faith."

As I stood helpless, stranded in the middle of the busy road and causing a traffic jam, a kind woman walked towards me and helped me cross the street safely.

I realised how a single desire had the power to dominate one's entire life, thereby creating a powerful illusion wherein the person who is entrapped begins to believe that the fulfilment of this desire is their ultimate goal and purpose of their existence. However, this is only an illusion, not reality. The renowned poet Mr. Faiz Ahmed Faiz writes,

> *"If at all you were to be mine, destiny would bow before me.*
>
> *However, it wasn't so, for it was only wishful thinking."*

When one desire is fulfilled, another emerges, this cycle remains consistent until our death, and at times continues even beyond in the hereafter. When one pursues their unfulfilled desires, they tend to overlook the blessings that exist in their lives. Moving into grave states of ungratefulness, they inflict suffering upon themselves, by igniting a deep sense of deprivation. Engaged in the constant pursuit of desires, one tends to miss out on the happiness embedded in their lives. They tend to become weary, and ultimately transfer from this world in a state of exhaustion and dissatisfaction.

"When We show favour unto man, he withdraweth and turneth aside, but when ill toucheth him then he aboundeth in prayer."

(Quran, 41:51)

Abdal-e-Haq Qalandar Baba

iii

The revelation of the Holy Quran was in the month of Ramadan when one observes fasting. Fasting diverts our attention from the external senses and draws the mind to focus on those senses that exist within us and are a means to subdue space. Fasting is a programme that assists us in entering the senses of the night and is also a programme of negation, in which, for a certain period, things that are considered legitimate, do not remain legitimate. Control over hunger and thirst, being mindful in conversations, refraining from backbiting, ensuring a legitimate means of sustenance, offering *Zakat* (charity and donations), sleeping less, and trying to free one's self from the grip of materiality while focusing on God throughout the 24 hours of the day. Through this practice, the inner senses are awakened, and the eye that can see the subconscious while in wakefulness, is activated.

Lailat-ul-Qadr (The Night of Power) is a superior space of the senses, which is greater than the time and space of a thousand months. There are 30 days and 30 nights in a month, and 30,000 days and 30,000 nights in a thousand months, that is, the speed of the senses on *Lailat-ul -Qadr* accelerates by 60,000 times. On the blessed night of *Lailat-ul-Qadr,* one shakes hands with the angels and the Archangel Gabriel (PBUH), and the blessed ones witness *Tajalli* (one of the highest stages of Divine Light). God says,

"Fasting is for Me, and I am its reward."

God Almighty has stated that *Lailat-ul-Qadr* is all peace until the rising of the dawn. It is noteworthy that when a creature manifests in a form and shape, its space opens up, that is, it moves away from its true state and expands. Therefore, the verse that states, سلٰم ھی حتّٰی مطلع الفجر has its affinity with both the senses of the day and night. While one remains in the senses of the night, they are protected. By fasting, humans gain the comprehension of the senses of the night and become aware of the reality of the expansion and contraction of space, and proximity and distance.

Congratulations to all those who through the blessings of God Almighty, witness the *Lailat-ul-Qadr.* Keep us in your prayers. Thank you.

May God protect you

with closed eyes, and observe a red rosebud. When observation is established, observe that the bud is blossoming into a fully bloomed flower. Focus on how space expands when the bud blossoms into a flower. When the space expands, the time that is needed to cover it will automatically expand. The flower that is before us is no different to the bud – its space was shrunk within the closed bud. This example is also true for the time and space of day and night.

• • ——————— • •

The world of the night is extensive in comparison to that of the day. Distance is subdued for the enlightened people in the space of the night, and hence, while being in this world, in unaccountable units of time, they observe multiple worlds, walk around, eat and drink, meet people, and undertake journeys. How does this happen? And in this journey, why does distance not become a hindrance? The answer to this is that distance is not in the universe, it is in the mind. Enlightened people subdue the distances in their mind and observe all the worlds in the universe as a singular point.

Distance is an illusion and to break this, one needs the senses of the night just like one does in the world of sleep. In the world of sleep, a person with features similar to the person (who is asleep) wakes up in a different attire, and the speed of that person's senses is a thousand times faster than normal. That person leads a better and more fulfilled life in the world of sleep than in the world of wakefulness, however, when they wake up, they ignore their abilities and allow the speed of the physical body to dominate them. When they are awake, they say, "Whatever I saw was a dream, and whatever I heard was a story."

In this way, rejecting the abilities of the senses of the night, one accepts illusory phenomena and accepts senses that show them distance despite there being no distance.

• • ——————— • •

The Quran is a Holy book free of doubt* in which the universal formulae have been stated. When one reads it with contemplation, their mind arrives at a point where all illusion is negated. The Lord of all realms, God Almighty states,

> "Lo! We revealed it on the Night of Predestination. Ah, what will convey unto thee what the Night of Power is! The Night of Power is better than a thousand months. The angels and the Spirit descend therein, by the permission of their Lord, with all decrees. (The night is) Peace until the rising of the dawn." (Quran, 97:1-5)

* Doubt = illusion, change

Message of the Day

God says, "Fasting is for Me, and I am its reward."

The universe seems to be divided by proximity and distance, while in fact, there is neither proximity nor distance here; everything is encapsulated in a dot and that dot is thought. As one does not understand thought, the angle of proximity and distance forms in one's mind, and one assumes certain things to be close and others as distant. Some consider the images present in their thought as close, while others consider them distant – only one amongst a million pays attention to where these images are formed.

Whatever exists in this universe is on the inside. Thought arises from within us and becomes apparent on the internal screen. When a thought arrives, the senses of hearing, sight, feeling, understanding, speaking, and silence are activated. If there are no thoughts, mankind moves into a zone where one's existence or non-existence is not felt. Ponder! If the thought arises inside us, and the images are also formed inside, then what are proximity and distance?

• • ——————— • •

Two patterns of senses have been mentioned in the Holy Scriptures and the last Heavenly Book, The Holy Quran. While one is of daytime, the other is of the night. It is due to day and night that the space of things expands or remains in their true state, within a thought. Due to the expansion of space, an angle forms between the images such that, distance begins to dominate them and they appear to be distant from each other. When the images remain in their true space within a thought, the difference between close and distant cease to exist.

The Creator of night and day states,

> "A token unto them is night. We strip it of the day, and lo! they are in darkness." (Quran, 36:37)

The meaning of day is to reveal. It is a sense in which the space of hearing, sight, understanding, and feeling expand. On the contrary, the space of the senses of the night is equivalent to the subconscious. When the senses of daytime shed off, those unaware of the senses of night are inundated by darkness. They name this darkness night, even though this darkness is also light.

Visualise

Sit in a dark and noiseless room. Your stomach must be empty, and your breath light and slow. Set an alarm for five minutes, sit

Contents

Message of the Day	K. S. Azeemi	136
Desire	Nadia Iftikhar	133
Impact	Bibi Anuradha (UAE)	129
Fermented Rice	Sohail Akmal	126
Hereafter	Roshan Sitara	125

"The one who thinks of God is a beloved of God."

— Hazrat Maroof Karkhi (RA)

Vol13 Issue2 | March 2025 | Ramadan – Shawwal 1446AH

بسم الله الرحمن الرحيم

Monthly Karachi

Qalandar Shaoor

Neutral Thinking

(Urdu — English)

Patron in Chief

Huzoor Qalandar Baba Auliya[RA]

Chief Editor

Khwaja Shamsuddin Azeemi

Editor

Hakeem Salam Arif

Circulation Manager

Muhammad Ayaz

Furnished by Azeemi University Press. Shah Alam Azeemi, the Publisher has published it at Ibn-e-Hasan Offset Printing Press, Hockey Stadium, Karachi and disseminated at Surjani Town Karachi.

Rs.130/- Per issue. Annual subscription Rs.1944/- with Reg. Post (Domestic), US$ 75/- (International)

Contact: B-54, Azeemi Mohalla, Sector 4-C, Surjani Town Karachi, Pakistan. Ph: +92 (0)213 6912020

DENTAL innovations CLINIC

Happy Smile

The secret of the Beautiful Smile

Whiter than White .....!!

Center of excellence for Braces & Dental implants

Aesthetic Dentistry
Teeth Whitening, Porcelain Crowns, Veneers, Ceramic Restorations

Restorative Dentistry
Root Canal Treatment, Crown & Bridge

Orthodontics
Fixed & Invisible Braces

General Dentistry
Extractions, Fillings, Dentures

Preventive Dentistry
Pit Fissure Sealants, Root Planing

Minor Oral Surgery
Impactions, Cyst, Apicoectomy

Pediatric Dentistry
Space Maintainers, Steel Crowns

DENTAL INNOVATIONS CLINIC

Mezzanine Floor AKU Lab 26th Street
BADAR Commercial Phase V, DHA, Karachi
dentalinnovations747@gmail.com | www.dentalinnovationsclinic.com
Dental Innovations Clinic
0300-8511747 | 021-37242559 | 021-35242559

New Homes For Sale in Multan & Lahore

For More Details : +92 345 4121 910

Lavish Dine

FL 5 & 6, Block B, Gulshan-e-Jamal
Rashid Minhas Road, Karachi.

f: lavishdinerestaurant

Lavish Dine
Restaurant

www.lavishdinerestaurant.com

- Party up to 400 Persons
- Affordable Party Menus
- Buffet
- À la carte

Ph: 021-34570423
Cell: 0333-3538004

SANGAM HOTEL MUZAFFARABAD

HOSPITALITY IS OUR TRADITION

We serve famous delicious Cuisines, offer Air conditioned Rooms, Suites, well equipped Wedding and Conference hall and great Customer service.

Phone No: +925822444194-5 Fax No: +925822442587

Email:sangamhotel@hotmail.com

دنیا کے بڑے کاروباری مراکز میں سے ایک

دبئی میں اپنے کاروبار کا آغاز کیجئے

کمپنی رجسٹریشن سے ویزا حصول تک
تمام مراحل کی باسہولت اور تیز رفتار تکمیل کے لئے قابل اعتماد نام

اسٹور ویب ڈیویلپمنٹ	ریسٹورنٹ	ای کامرس	ٹریول اینڈ ٹورازم
	ٹریڈنگ	آئی ٹی سروسز	
امپورٹ ایکسپورٹ	ہوٹل	کنسٹرکشن	ایمیزون آن لائن
	ٹرانسپورٹ	رئیل اسٹیٹ	

FREEZONE LICENSE PACKAGE
AED22500

PACKAGE INCLUDED

BUSINESS LICENSE | FLEXI DESK | INVESTOR VISA | EMIRATES ID | MEDICAL REPORT | E-CHANNEL PORTAL

ہر وہ کاروبار جو آپ کی ضرورت ہے!

RED BERRY
CORPORATE SERVICES

1408, Opal Tower, Business Bay Dubai UAE
info@redberry.ae | +971 50 931 0752
www.redberry.ae | +971 56 336 9852

/BUSINESSINDUBAI.AE/ /company/redberryae /red_berry_corporate/

TOYOTA HYDERABAD MOTORS
SITE, AUTO BHAN ROAD